RNI No. - MAHURD/2011/49433

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

اتباع الکتاب والسنة بفهم سلف الأمة

اگست ۲۰۲۶ء | August 2026

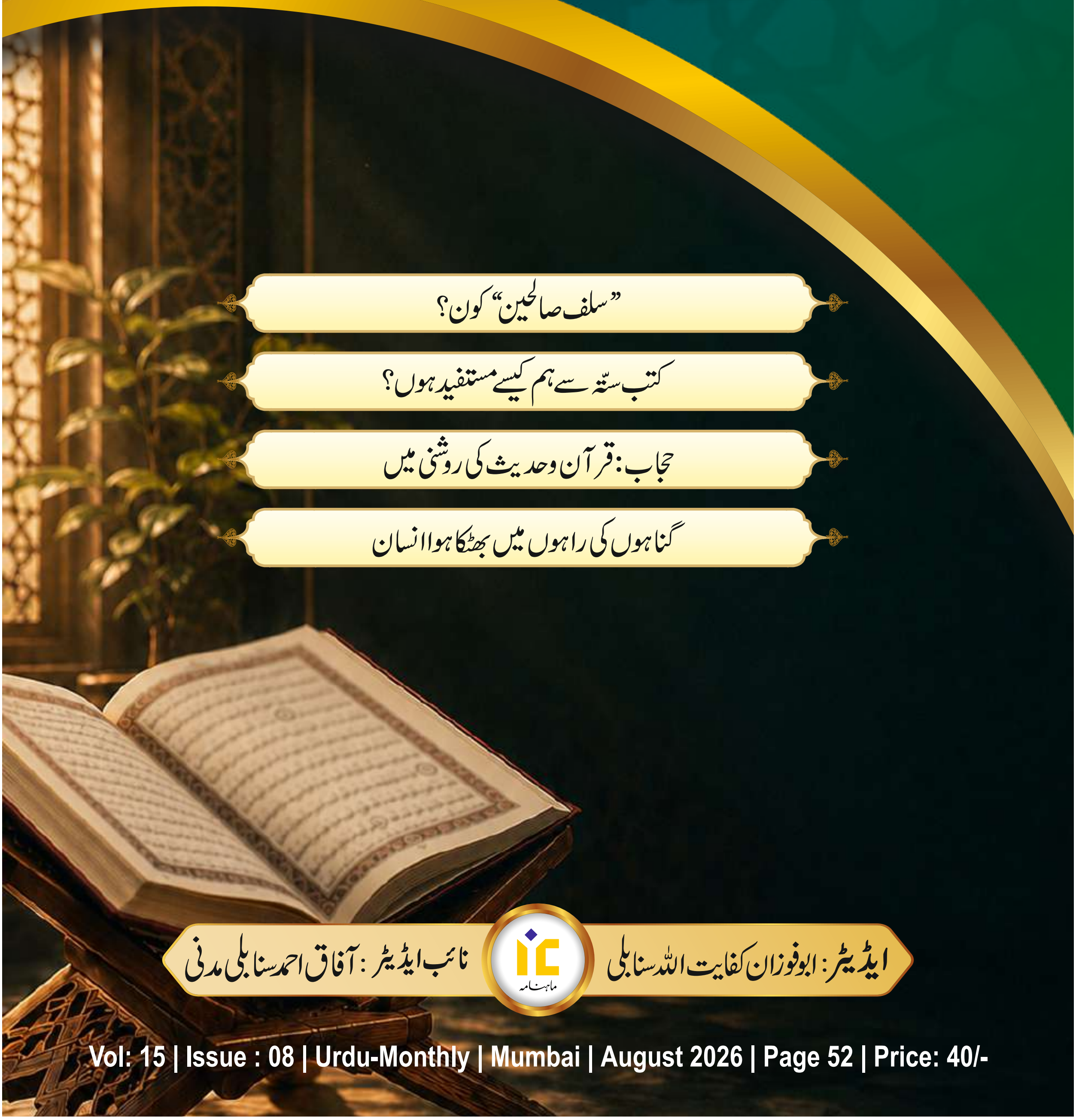

"سلف صالحین" کون؟

کتب ستہ سے ہم کیسے مستفید ہوں؟

حجاب: قرآن وحدیث کی روشنی میں

گناہوں کی راہوں میں بھٹکا ہوا انسان

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی

ماہنامہ

Vol: 15 | Issue : 08 | Urdu-Monthly | Mumbai | August 2026 | Page 52 | Price: 40/-

دعا

سلسلۂ کلام: شعراء اہلِ حدیث ہند(۱۳) **کلام:** عتیق اثر ندوی حفظہ اللہ **انتخاب وترتیب:** ابوالبیان رفعت سلفی۔
شاعر کا مختصر تعارف: نام ونسب: عتیق الرحمٰن بن شفاعت اللہ محمد امر اللہ **قلمی نام:** عتیق اثر ندوی۔
تاریخ پیدائش: ۱۹۵۲ء بمقام: دریاباد(بستی) **ناظم اعلیٰ:** جامعہ اسلامیہ دریاباد
ابتدائی تعلیم: مدرسہ مدینۃ العلوم لوہرسن بازار، مدرسہ مظہر العلوم اوسان کوئیاں، ا رسال جامعہ سلفیہ بنارس، یوپی، الہند
عالمیت وفضیلت: دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، **ایم اے عربی:** علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، **ایم اے اردو:** گورکھپور یونیورسٹی
شعری مجموعے: سوز وساز، حرف ونوا

میرے رب! میری دنیا، مثالی بنا — کچھ جلالی بنا، کچھ جمالی بنا
بخش دے روح کو ایسی پاکیزگی — آخرت بھی مری، خُلد والی بنا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

علم کی جوت ایسی جگا کبریا! — میرے ماحول کو جگمگا کبریا!
بھر دے ہر دل میں توحید کی روشنی — شرک و بدعات کی توڑ دے ہر بنا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

دل میں اُٹھتی ہیں بے کار سی خواہشیں — یعنی ظالم گنہگار سی خواہشیں
مجھ کو ان پستیوں سے، بچا، میرے رب! — بخش دے لغزشیں، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

تو ہی پروردگارِ ہر اک جان ہے — تو ہی رزاق ہے، تو ہی رحمان ہے
تیری نعمت کا فیضان ہے ہر طرف — اک نظر، اے شہنشاہِ حمد و ثنا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

کامیابیٔ شوقِ طلب بخش دے — مجھ کو اپنی رضا، میرے رب! بخش دے
شاہراہِ نبوت رہے سامنے — اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا، اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

لب پہ ہرگز نہ حرفِ شکایت رہے — اس کا نغمہ، اسی کی حکایت رہے
اے عتیق! آپ پر سخت لازم ہے یہ — رب کی رحمت سے ہو جایئے آشنا
رَبَّنَا آتِنَا، رَبَّنَا آتِنَا

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.08, August, 2026

ماہنامہ

اگست سنہ ۲۰۲۶ء

جلد: ۱۵

شمارہ: ۸

فی شمارہ Rs. 40/-

سالانہ Rs. 400/-

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی ● حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg,
Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھلُ السُنّۃ
Ahl Us Sunnah

اگست ۲۰۲۶ء August 2026

فہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
ایمان کی حفاظت کے لیے فتنوں سے دوری افضل ترین عمل ہے	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
"سلف صالحین" کون؟	کفایت اللہ سنابلی	6
کتب ستہ سے ہم کیسے مستفید ہوں؟ (قسط اول)	اردو ترجمہ: صہیب حسن بن فضل حق مدنی	11
حجاب: قرآن وحدیث کی روشنی میں	سفیان احمد ریاض الدین سلفی	15
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط: ۲۳)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	20
علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵) (قسط:۵)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	25
مکاتبِ اسلامیہ کے تعلیمی وتربیتی زوال کے بیس اسباب اور۔۔۔	ابو البیان رفعت سلفی	28
کتاب التوحید سے متعلق ایک واقعہ	ترجمہ: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	38
خاتونِ اسلام کی صفات	تسنیم وفا رضوان احمد سلفی	40
موسمِ گرما: رحمت یا زحمت؟	اصفیاء امۃ اللہ بنت عزیز القمر	45
گناہوں کی راہوں میں بھٹکا ہوا انسان	الفیہ ارشد اعظمی	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

درس حدیث

ایمان کی حفاظت کے لیے فتنوں سے دوری افضل ترین عمل ہے

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: ”يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ“.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ لے کر پہاڑی کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں پر چلا جائے گا۔ وہ فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں بھاگ کر آجائے گا“۔[صحيح البخاري: 7088]

راوی کا تعارف: (۱) ان کا نام ”سعد بن مالک بن سنان الخزرجی الانصاری“ ہے۔ (۲) انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ غزوہ کیا۔ (۳) نبی ﷺ کے علاوہ کئی ایک صحابہ سے انہوں نے حدیث روایت کیا ہے، جیسے قتادہ بن النعمان، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زید بن ثابت، ابوقتادہ الانصاری، عبداللہ بن سلام، اسید بن حضیر، ابن عباس، ابوموسیٰ الاشعری، معاویہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔

قال حنظلة بن أبي سفيان، عن أشياخه: لم يكن أحد من أحداث أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أفقه من أبي سعيد. حنظلہ بن ابی سفیان اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ کے جوان صحابہ میں سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقہ میں گہرائی و گیرائی کسی اور کو نہ حاصل تھی“۔ بعض جگہوں پر ”اعلم“ کا بھی لفظ ہے، یعنی کہ وہ فقہ کے سب سے زیادہ جانکار تھے۔

(۴) ان کا انتقال 74ھ میں ہوا۔[تهذيب التهذيب:1/ 697] (۵) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کل (1170) حدیثیں مروی ہیں۔[سير أعلام النبلاء:3/ 172]

مسائل: (۱) اس حدیث میں فتنوں سے بچنے کی ترغیب اس حد تک ہے کہ اگر بستی چھوڑ کر پہاڑوں میں رہ کر بھی فتنوں سے انسان بچ سکے تو اس کے لیے ایسا کرنا بہتر ہے۔ (۲) جس شخص کے لیے اپنا ایمان بچانا مشکل ہو تو اس کے لیے آبادی سے دوری اور بکریاں پالنا بہتر اور افضل ہے۔ (۳) آنے والے زمانے میں فتنوں کی کثرت ہوگی اور ان فتنوں کے سبب انسان کو اپنے دین کا خطرہ ہوگا۔ (۴) فتنوں کے زمانے میں دین کی حفاظت ایک مسلمان پر واجب ہے۔ (۵) اس حدیث میں آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آنے والے زمانہ میں فتنوں کی کثرت ہوگی۔ (۶) فتنوں کے وقت ایک مومن کا کیا لائحہ عمل ہونا چاہیے، اسے آپ ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ (۷) بکریوں کا پالنا یا چرانا کوئی ایسا عمل نہیں ہے، جسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے۔

”سلف صالحین“ کون؟

کفایت اللہ سنابلی

کچھ لوگ ”اقوالِ خلف“ کو ”اقوالِ سلف“ بتا کر پیش کرتے ہیں، ایسے بہروپیوں سے ہوشیار رہیں۔

”سلف صالحین“ صرف صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین ہیں، بس۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

صحابہ سے متعلق:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾

”اگر وہ اُسی طرح ایمان لے آئیں، جس طرح تم (صحابہ) لائے ہو، تو وہ ہدایت پا جائیں گے“۔ [البقرة: 137]

ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ“۔

”ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں، جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات (قیامت) کا وعدہ ہے وہ آجائے گی۔ اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتن وحروب)۔ اور میرے اصحاب میری امت کے بچاؤ ہیں۔ جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی اختلاف وانتشار وغیرہ)۔ [صحيح مسلم، رقم2531]

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ“۔

”میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا، لہٰذا میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت سے جو کچھ تمہیں معلوم ہے اس کی پابندی کرنا، اس کو اپنے دانتوں سے مضبوطی سے تھامے رکھنا“۔ [سنن ابن ماجه رقم43 والحديث صحيح]

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:” تَفْتَرِقُ هَذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ثَلاثٍ

وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا فِرْقَةً وَاحِدَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ: مَا كَانَ عَلَى مَا أَنَا عليه اليوم وأصحابي"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک فرقے کے سوا سب جہنم میں ہوں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ لوگ جو اس راستے پر ہوں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں''۔ [تاريخ واسط ص: 196 وإسناده صحيح]

تابعین واتباع تابعین سے متعلق:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:"خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَتُهُمْ أَيْمَانَهُمْ، وَأَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ"۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے اور کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے''۔ [صحيح البخاري رقم 6429]

قرآن وحدیث کے ان دلائل سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا فہم حجت ہے، ان کے ساتھ تابعین اور اتباع تابعین بھی شامل ہیں، کیونکہ "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي" والی حدیث میں ان کی "خیریت" بیان کی گئی ہے۔

تاہم ان میں اصل سلف صحابہ ہی ہیں؛ کیونکہ صحابہ کے فہم کی حجیت قرآن وحدیث کے متعدد نصوص سے ثابت ہے اور ان کے فہم ومنہج کی پیروی کا حکم بھی قرآن وحدیث میں ہے۔

لہٰذا اگر تابعین واتباعِ تابعین کا فہم وعمل بھی صحابہ کے خلاف ملے، تو ترجیح صحابہ ہی کو دی جائے گی۔

رہے صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین کے بعد کے لوگ، تو یہ سب کے سب حقیقت میں خلف ہیں اور ان پر بھی سلف صالحین کے منہج وفہم کی پابندی لازم ہے۔ ان متاخرین کو سلف اس اعتبار سے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بھی سلف کی پیروی کرنے والے ہیں، نہ کہ اس اعتبار سے کہ ان کا اپنا فہم وتفقہ حجت ہے۔ اور اس اعتبار سے آج کے پیروکارانِ سلف بھی سلف ہیں، مگر کیا ان کا فہم وشعور بھی حجت ہے؟

نیز متاخرین کو لغوی اعتبار سے بھی سلف کہہ دیا جاتا ہے، اور لغوی اعتبار سے تو ہر دور کے لوگ بعد میں آنے والے ادوار کے لیے سلف ہوں گے۔ بلکہ آج کے زندہ حضرات آئندہ صدیوں کے لیے سلف ہوں گے، لیکن اس کا یہ مطلب

ہرگز نہیں کہ آئندہ صدیوں کے لیے آج کے لوگوں کا فہم وادراک حجت ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنے استاد امام احمد رحمہ اللہ (المتوفی 241ھ) سے نقل کرتے ہیں:

”قال أحمد بن حنبل ما أحببت في مسألة إلا بحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا وجدت في ذلك السبيل إليه أو عن الصحابة أو عن التابعين فاذا وجدت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم أعدل إلى غيره فاذا لم أجد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعن الخلفاء الاربعة الراشدين المهديين فاذا لم أجد عن الخلفاء فعن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الأكابر فالاكابر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا لم أجد فعن التابعين وعن تابعى التابعين وما بلغنى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث بعمل له ثواب إلا عملت به رجاء ذلك الثواب ولو مرة واحدة“۔

”امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے کسی بھی مسئلے میں فتویٰ دینا پسند نہیں کیا مگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی روشنی میں، بشرطیکہ مجھے اس مسئلے میں حدیث تک پہنچنے کا کوئی راستہ مل گیا ہو۔ یا پھر (میں نے) صحابہ یا تابعین کے آثار سے رہنمائی لی ہے۔ پس جب مجھے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حکم مل جاتا ہے، تو میں اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اور اگر مجھے رسول اللہ ﷺ سے کوئی (صریح) حکم نہ ملے، تو پھر میں چاروں خلفائے راشدین مہدیین کے فیصلے پر عمل کرتا ہوں۔ اور اگر خلفاء سے بھی نہ ملے، تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے جو اکابر ہیں، ان کے اقوال لیتا ہوں اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے صحابہ کے۔ پھر اگر مجھے (صحابہ سے بھی) کچھ نہ ملے، تو پھر تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی کوئی بھی ایسی حدیث جس میں کسی عمل پر ثواب کی بشارت ہو، مجھ تک نہیں پہنچی مگر یہ کہ میں نے اس ثواب کی امید پر اس عمل کو کم از کم ایک بار ضرور کیا ہے“۔[المسودة في أصول الفقة، ص336]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمِنْ الْمَعْلُومِ بِالضَّرُورَةِ لِمَنْ تَدَبَّرَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مِنْ جَمِيعِ الطَّوَائِفِ: أَنَّ خَيْرَ قُرُونِ هَذِهِ الْأُمَّةِ – فِي الْأَعْمَالِ وَالْأَقْوَالِ وَالِاعْتِقَادِ وَغَيْرِهَا مِنْ كُلِّ فَضِيلَةٍ أَنَّ خَيْرَهَا -: الْقَرْنُ الْأَوَّلُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَمَا ثَبَتَ ذَلِكَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَأَنَّهُمْ أَفْضَلُ مِنْ الْخَلَفِ فِي كُلِّ فَضِيلَةٍ: مِنْ عِلْمٍ وَعَمَلٍ

وَإِيمَانٍ وَعَقْلٍ وَدِينٍ وَبَيَانٍ وَعِبَادَةٍ وَأَنَّهُمْ أَوْلَى بِالْبَيَانِ لِكُلِّ مُشْكِلٍ. هَذَا لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا مَنْ كَابَرَ الْمَعْلُومَ بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ۔

’’اور یہ بات اس شخص کے لیے بالکل واضح اور بدیہی ہے جس نے کتاب وسنت اور تمام گروہوں سے تعلق رکھنے والے اہلِ سنت والجماعت کے متفقہ فیصلوں میں غور وفکر کیا ہو: کہ اس امت کے بہترین زمانے اعمال، اقوال، عقیدے اور ہر دوسری فضیلت کے اعتبار سے سب سے پہلے (صحابہ کا) زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئے (تابعین)، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئے (تبع تابعین)، جیسا کہ یہ بات نبی کریم ﷺ سے متعدد طرق سے ثابت ہے۔ اور یہ کہ وہ (سلف) ہر فضیلت میں خلف (اپنے بعد آنے والوں) سے افضل تھے، خواہ وہ علم ہو، عمل ہو، ایمان ہو، عقل ہو، دین ہو، بیان ہو یا عبادت۔ اور یہ کہ کسی بھی مشکل مسئلے کی وضاحت کے لیے وہی سب سے زیادہ موزوں اور حقدار ہیں۔ اس بات کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو دینِ اسلام کی ان باتوں کا جان بوجھ کر انکار کرے جو واضح طور پر ثابت ہیں، اور جسے اللہ نے علم کے باوجود گمراہی میں ڈال دیا ہو‘‘۔[مجموع الفتاویٰ، ت ابن قاسم: 4/ 158]

شیخ ابن العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإن قيل: ما الحد الفاصل بين السلف والخلف؟ نقول: أولاً: اعلم أن السلف قد يراد به المذهب، وهذا يشمل من أخذ بهذا المذهب إلى يوم القيامة، وليس له حد زمني، فكل من قال بما دل عليه الكتاب والسنة فهو من السلف، وعلى هذا فلا حد له.

وأما الحد الزمني: فإن المراد بالسلف هم القرون الثلاثة المفضلة، الصحابة والتابعون وتابعوهم، فهؤلاء هم السلف، ومن بعدهم فهم خلف۔

”اگر یہ سوال کیا جائے کہ: سلف اور خلف کے درمیان حدِ فاصل کیا ہے؟ تو ہم کہیں گے: سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ ”سلف“ سے کبھی مذہب اور منہج مراد لیا جاتا ہے، اور یہ (مفہوم) ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو قیامت کے دن تک اس منہج کو اختیار کریں گے، اس کی کوئی زمانی حد نہیں ہے۔ چنانچہ، ہر وہ شخص جو کتاب وسنت کے دلائل کے مطابق بات کرتا ہے، وہ سلفی ہے، اور اس اعتبار سے اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے۔

لیکن جہاں تک زمانی حد (Time Period) کا تعلق ہے، تو (اس لحاظ سے) ”سلف“ سے مراد وہ تینوں فضیلت والے قرونِ اولیٰ والے ہیں، یعنی: صحابہ، تابعین، اور ان کے اتباع۔ پس یہی لوگ ”سلف“ ہیں، اور جو ان کے بعد آئے، وہ ”خلف“ ہیں۔“[شرح ألفية ابن مالك للعثيمين 43/ 13 بترقيم الشاملة]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”السلفية نسبة إلى السلف،فيجب أن نعرف من هم السلف إذا أُطلق عند علماء المسلمين :السلف، وبالتالي تُفهم هذه النسبة وما وزنها في معناها وفي دلالتها، السلف: هم أهل القرون الثلاثة الذين شهد لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بالخيرية في الحديث الصحيح المتواتر المخرج في الصحيحين وغيرهما عن جماعة من الصحابة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال: (خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم) هدول القرون الثلاثة الذين شهد لهم الرسول عليه السلام بالخيرية،فالسلفية تنتمي إلى هذا السلف، والسلفيون ينتمون إلى هؤلاء السلف“۔

”لفظ ”سلفیت“،”سلف“ کی طرف نسبت ہے، چنانچہ ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ جب علمائے مسلمین کے ہاں مطلق طور پر ”سلف“ کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں؟ تاکہ اس کے نتیجے میں اس نسبت کو سمجھا جاسکے اور اس کے معنیٰ و دلالت کا وزن (اور اہمیت) معلوم ہو سکے۔

”سلف“ سے مراد ان تین زمانوں (قرونِ ثلاثہ) کے لوگ ہیں جن کے خیرِ امت ہونے کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس حدیثِ صحیح ومتواتر میں دی ہے جو صحیحین (بخاری ومسلم) وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے)۔ یہ وہ تین زمانے ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھلائی اور خیر کی گواہی دی۔ پس، ”سلفیت“ اسی سلف سے منسوب ہے اور سلفی حضرات انہی سلفِ صالحین کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں۔[سلسلة الهدى والنور: 001]

ایک نکتہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر اصل سلف کے علاوہ بعد کے ادوار کے لوگوں کو بھی سلف کہہ کر ان کے فہم کو حجت گردانا جانے لگا، تو پھر اختلافِ امت کو حل کرنے کے لیے سلف کے فہم ومنہج کو فیصل ماننے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہ جائے گا، کیونکہ بعد میں امت کے اندر اختلافات پیدا ہوگئے اور اس بنا پر ہر گروہ کے سلف بھی الگ الگ ہو گئے ہیں۔ جبکہ صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین بالاتفاق اہلِ سنت سب کے سلف ہیں، اور ہر گروہ پر ان کے قول وفہم سے حجت قائم کی جاسکتی ہے۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اختلاف وافتراق سے متعلق حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف صحابۂ کرام کے منہج کو معیار قرار دیا ہے، کیونکہ یہی معیار ہر دور کے اختلافات میں حق وباطل کے درمیان امتیاز پیدا کرسکتا ہے۔

(قسط اول)

کتب ستّہ سے ہم کیسے مستفید ہوں؟

لکچراز شیخ: عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ، یہ لیکچر انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پیش کیا تھا۔
ترجمہ: صہیب حسن بن فضل حق مدنی مبارکپوری (لکچرر جامعۃ الہند الاسلامیہ منی اولی مالاپورم پرالا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

شیخنا المحترم شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ عالم اسلام کی ان چیدہ شخصیات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تفقہ فی الدین کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اولین اساتذہ میں سے ہیں۔ عرصۂ دراز سے آپ محدثانہ شان کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں اور کتب ستہ مکمل کر چکے ہیں۔ آپ نے بہت سے علمی و دینی اور اصلاحی رسائل تالیف کیے ہیں اور احادیث کی شرحیں لکھی ہیں۔ آپ کی جملہ تالیفات موضوعات کی تقسیم کے ساتھ ساتھ الگ الگ جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

شیخ سے مجھے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ سے ہم نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عقیدہ کا درس لیا ہے، گزشتہ سال ارض حرم کے مبارک سفر میں مدینہ منورہ میں آپ سے ملاقات ہوئی آپ نے بڑی شفقت کا معاملہ فرمایا اور اپنی جملہ تالیفات عنایت فرمائیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

زیر نظر رسالہ ”کیف نستفید من الکتب الحدیثیة الستة“ علم حدیث سے متعلق بڑا ہی اہم رسالہ ہے، ہمارے عم زاد برادرم حاجی عبدالرقیب رحمہ اللہ کے پوتے عزیزم حافظ صہیب حسن مدنی نے اسے اردو قالب دیا ہے۔ یہ رسالہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے طلبہ کے لیے انتہائی مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مؤلف ومترجم کے حسنات میں شامل فرمائے اور طلبۂ عزیز کے لیے اسے مفید بنائے۔ آمین۔

عبدالرحمٰن عبیداللہ رحمانی

یوم الجمعۃ المبارک ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

۲۰ر اگست ۲۰۲۱ء

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اُس سے مدد چاہتے ہیں اور اُس سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنی جانوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے گمراہ کردے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تنہا اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے سارے دین پر غالب کرے۔ چنانچہ آپ نے پیغام پہنچایا۔ امانت کی ادائیگی کی اور امت کی خیر خواہی کی۔ اے اللہ! تو قیامت کے دن تک درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اپنے بندے اور رسول ہمارے نبی محمد ﷺ اُن کی آل واولاد اور اُن کے اصحاب پر اور اُن لوگوں پر جو آپ ﷺ کے راستے پر چلے اور آپ کے طریقے کو اپنایا۔

حمد وصلاۃ کے بعد: حدیث کی اِن چھ کتابوں، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ سے استفادہ کے متعلق یہ مختصر سا کتابچہ ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کی امت پر اللہ کی سب سے عظیم نعمت جس کا اُس نے اُس پر انعام کیا یہ ہے کہ اُن کے درمیان اُس نے اپنے رسول کریم کو اس لیے مبعوث فرمایا تا کہ آپ کے ذریعہ انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے۔ آپ پر سب سے افضل درود اور سب سے مکمل سلام نازل ہو۔ آپ نے اس مہم کو بہت بہتر طریقے سے انجام دیا۔

اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا پورے تمام وکمال کے ساتھ آپ نے اس کی ادائیگی کی۔ چنانچہ آپ نے اُمت کو ہر خیر سے واقف کرایا اور اُس میں رغبت دلائی اور ہر شر سے اُس کو ڈرایا اور اُس سے منع کیا۔ اللہ تعالیٰ کا درود وسلام اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ نبی ﷺ کے صحابۂ کرام سے اللہ راضی ہوا اور انہیں (اپنے فیصلے سے) راضی کیا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اُن کو شامل حال اس طور پر رہی کہ اُس نے آپ ﷺ کی صحبت کے لیے اُن کو پسند کیا اور دنیوی زندگی میں اُن کی نگاہوں کو آپ کے دیدار سے مشرف کیا، آپ کی حدیث شریف کو آپ کی زبان مبارک سے سنوا کر اُنہیں شرف عظیم سے مالا مال کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے آپ سے قرآن اور آپ سے صادر ہونے والے ہر قول وفعل اور تقریر کو سیکھا اور پورے تمام وکمال کے ساتھ اسے اپنے بعد والوں تک پہنچایا۔ اپنے اس عمل کی وجہ سے وہ لوگوں میں ہر خیر کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے اور اس خیر امت کے سب سے افضل لوگ ٹھہرے۔ پھر صحابۂ کرام کا زمانہ ختم ہونے کے بعد حدیث کی تدوین اور رسول اللہ ﷺ تک اُس کی سندوں کو پہنچا کر اُس کے جمع

کرنے کا کام شروع ہوا۔

تدوین سنت کے تعلق سے تالیفی عمل جاری وساری رہا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں اس تحریک نے خوب زور پکڑااورسنت کی جو کتابیں تالیف کی گئیں اُن میں علی الاطلاق سب سے اہم امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاري (۱۹۴۔۲۵۶ھ) کی صحیح ہے۔اوراس کے بعدامام مسلم بن الحجاج النیساپوری (۲۰۴۔۲۶۱ھ) کی صحیح ہے۔

ان دونوں کتابوں کے بعدان ائمہ اربعہ کی سنن ہے:

۱۔ابو داؤدسلیمان بن الاشعث السجستانی (المتوفی ۲۷۵ھ) ۲۔ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ) ۳۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی(المتوفی ۲۷۹ھ) ۴۔ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (المتوفی ۲۷۳ھ)

یہی وہ چھ کتابیں ہیں جو کتب ستہ سے مشہور ہوئیں،اوران کے متون ورجال،علماء کی خاص توجہ اوراُن کے خوب اہتمام کامرکز رہے۔

ان کتابوں میں سب سے پہلی کتاب امام ابوعبداللہ بخاری رحمہ اللہ کی صحیح ہے جوعلی الاطلاق فن حدیث میں تالیف کی گئی سب سے صحیح کتاب ہے۔اس کے بعدصحت میں امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح ہے،ان دونوں کتابوں کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ ان دونوں کے مؤلف نے زیادہ تر اپنی توجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کی طرف مرکوز کی، حالانکہ انہوں نے جملہ صحیح احادیث کا استیعاب واحاطہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس کا التزام کیا ہے بلکہ صحیحین کے علاوہ بہت سی صحیح حدیثیں پائی جاتی ہیں لیکن احادیث صحیحین کی ایک بڑی تعداداُن صحیح احادیث کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

جس حدیث (کی صحت اور ذکر کرنے) پرامام بخاری وامام مسلم رحمہ اللہ متفق ہوں اس کا مقام ومرتبہ اُس حدیث سے بلند ہے جس کی روایت میں دونوں میں سے ایک منفرد ہوں۔اس بنا پر بخاری ومسلم کی روایت کردہ اورغیر روایت کردہ حدیثوں کی نسبت سے صحیح احادیث کے سات درجات ہیں:

۱۔جس پر بخاری ومسلم دونوں متفق ہوں۔

۲۔جس کی روایت میں بخاری منفرد ہوں۔

۳۔جس کی روایت میں مسلم منفرد ہوں۔

۴۔جو بخاری ومسلم کی شرط پر ہواورانہوں نے اسے اپنے یہاں روایت نہ کیا ہو۔

۵۔ جو بخاری کی شرط پر ہو اور اُنہوں نے اُسے روایت نہ کیا ہو۔

۶۔ جو مسلم کی شرط پر ہو اور اُنہوں نے اُسے روایت نہ کیا ہو۔

۷۔ جو صحیحین میں نہ ہو اور نہ اُن کی شرط پر ہو اور وہ صحیح ہو۔

یہ صحیح حدیث کے سات درجات ہیں، ان میں سب سے بلند درجہ۔ جیسا کہ گزرا۔ اُس حدیث کا ہے جس پر بخاری و مسلم متفق ہوں اور اس سلسلے کی سب سے بہترین تالیف شیخ محمد فؤاد عبدالباقی (المتوفی ۱۳۸۸ھ) کی کتاب "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیه الشیخان" ہے۔ مؤلف نے اس کی ترتیب میں امام مسلم کی موافقت کی ہے اور نص کا اثبات صحیح بخاری سے اس طرح کیا ہے کہ اُس کا جو لفظ صحیح مسلم کے سب سے زیادہ موافق پایا اُسی کو نقل کر دیا۔ مسلم کی ترتیب پر کتاب لانے کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ ایک موضوع سے متعلق تمام حدیثوں کو عمدہ سیاق کے ساتھ یکجا بیان کرتے ہیں۔

اور (ہر باب میں پہلے) وہ ایسی حدیث ذکر کرتے ہیں جسے وہ (اس باب کی) اصل سمجھتے ہیں پھر وہ دیگر طرق اور سندوں کو لاتے ہیں اور ان اضافات ونقص اور فروق کو ذکر کرتے ہیں جو ان (طرق کی حدیثوں) کے اور اصل حدیث کے درمیان ہوتے ہیں۔ حدیث کا جو لفظ بخاری کے یہاں اپنے مقام میں صحیح مسلم سے مطابقت رکھنے والا ہے اُسی کو شیخ محمد فؤاد عبدالباقی ثابت رکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں: امام بخاری اس حدیث کو فلاں کتاب اور فلاں باب میں لائے ہیں پھر کتاب اور باب کا نمبر ذکر کرتے ہیں۔ شیخ محمد فؤاد کے امام بخاری کی ترتیب پر حدیثوں کو ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری حدیثوں سے ترجمۃ الباب کے مسائل پر استدلال کرنے کے لیے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور انہیں متعدد ابواب میں الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔ ایسا انہوں نے اس ارادے سے کیا ہے کہ اُن کی کتاب روایت و درایت دونوں کو شامل ہو۔ کتاب "اللؤلؤ والمرجان "میں حدیثوں کی مجموعی تعداد انیس سو چھ (1906) ہے۔

صحیحین کی حدیثوں کا حوالہ دیتے وقت علماء یہ کہتے ہیں: اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا یا شیخین نے اس کی تخریج کی یا یہ متفق علیہ ہے۔ اصطلاح میں "متفق علیہ" سے مراد حدیث کی روایت کرنے پر بخاری و مسلم کا متفق ہونا ہے۔ البتہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دادا مجد ابن تیمیہ جن کی کتاب "منتقی الأخبار" ہے۔ اور جس کی شرح شوکانی نے "نیل الاوطار" کے نام سے کی ہے وہ جب "متفق علیہ" کہتے ہیں تو اس سے اُن کی مراد بخاری و مسلم اور امام احمد اپنی مسند کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لہذا جب وہ متفق علیہ کہیں تو اس سے یہی تینوں مراد ہوتے ہیں۔

جاری.....

حجاب: قرآن وحدیث کی روشنی میں

سفیان احمد ریاض الدین سلفی (استاد جامعہ رحمانیہ نڑیاد گجرات)

حجاب کی لغوی تعریف:

لفظ ''حجاب'' مصدر ہے فعل حجب یحجب کا جس کا معنیٰ ہے ''الشيء الذي يحجب به'' وہ چیز جس کے ذریعہ پردہ کیا جائے۔[عمدة الحفاظ في تفسير أشرف الألفاظ: ۳۷۳/۱ — السمين الحلبي:ت ۷۵٦]

اسی سے کہا جاتا ہے ''امرأة محجوبة '' ایسی عورت جس کو پردے سے ڈھک دیا گیا ہو۔

لغت میں لفظ حجاب کی حقیقت میں '' المنع '' اور '' الحاجز '' داخل ہے چونکہ حجاب یا حجاب عورت کے درمیان میں دوسروں کی نظروں کے لیے حائل ہوتا ہے، اس لیے اسے ''حجاب'' کہا جاتا ہے۔

لفظ ''حجاب'' پورے قران میں سات مرتبہ آیا ہے:

(۱)﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ..﴾[الأعراف:٤٦]

(۲)﴿وَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ [الإسراء:٤٥]

(۳) ﴿فَٱتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ [مريم:١٧]

(۴) ﴿....وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ..﴾ [الأحزاب:٥٣]

(۵) ﴿فَقَالَ إِنِّىٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ ٱلْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّى حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِٱلْحِجَابِ﴾[ص:٣٢]

(۶)﴿وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا فِىٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِىٓ ءَاذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَٱعْمَلْ إِنَّنَا عَـٰمِلُونَ﴾[فصلت:٥]

(۷)﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِىَ بِإِذْنِهِۦ مَا يَشَآءُ إِنَّهُۥ عَلِىٌّ حَكِيمٌ﴾[الشورىٰ:٥١]

حجاب کی اصطلاحی تعریف:

حجاب کی اہل علم نے کئی ایک تعریفات کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)محمد رواس قلعجي کہتے ہیں کہ:

”ما تلبسه المرأة من الثياب لسترالعورة عن الاجانب“۔

”ایسا لباس جس کو عورت اجنبی لوگوں سے پردہ اور قابل ستر چیزوں کو چھپانے کے لیے پہنتی ہے“۔[معجم لغة الفقهاء:۱۷٤/۱ — محمد رواس قلعجي :ت ۱٤۳۵]

(۲)”هو ستر المرأة جميع بدنها وزينتها بما يمنع الأجانب عنها من رؤية شيء من بدنها أو زينتها التي تتزين بها ويكون استتارها باللباس وبالبيوت “۔

”عورت کا اپنے پورے جسم اور اس زینت کو چھپانا جس کا دیکھنا اجنبی لوگوں کے لیے منع ہے چاہے اس کا تعلق بدن سے ہو یا زینت سے اور یہ پردہ لباس اور گھر سے ہوتا ہے“۔[حراسة الفضيلة:۲٦/۱ — بكر أبو زيد: ت ۱٤۲۹]

(۳)”هو ساتر يستر الجسم فلا يشف ولا يصف“۔

”ایسا لباس جو جسم کو چھپانے والا ہو، باریک اور (جسمانی) کیفیت کو بیان کرنے والا نہ ہو“۔[إظهار الحق والصواب في حكم الحجاب:۷/۱—سعيد بن وهف القحطاني ،ت: ۱٤٤۰]

حجاب کی مشروعیت:

قرآن وسنت اور اجماع امت سے حجاب کی مشروعیت کا ثبوت ملتا ہے۔

حجاب کی مشروعیت قرآن کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾[الأحزاب:٥٩]

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

”أَمَرَ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ فِي حَاجَةٍ أَنْ يُغَطِّينَ وجوههن من فوق

رؤوسهن بِالْجَلابِيبِ، يُبْدِينَ عَيْنًا وَاحِدَةً"۔

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والی عورتوں کو اس بات کا حکم دیا کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو جلباب سے سر کے اوپر سے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں''۔ [تفسير ابن أبي حاتم:۳۱۵٤/۱۰ — ابن أبي حاتم:ت ۳۲۷]

محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:''صحابی کی تفسیر حجت ہے بلکہ بعض اہل علم نے تو مرفوع کے حکم میں تسلیم کیا ہے''۔[رسالة الحجاب ۱۵/۱ — ابن عثيمين:ت:۱٤۲۱]

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَٱلۡقَوَاعِدُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ٱلَّتِي لَا يَرۡجُونَ نِكَاحًا فَلَيۡسَ عَلَيۡهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعۡنَ ثِيَابَهُنَّ غَيۡرَ مُتَبَرِّجَٰتِۭ بِزِينَةٖۖ وَأَن يَسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٞ لَّهُنَّۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٞ﴾[النور:٦٠]

''اور عورتوں میں سے بیٹھ رہنے والیاں، جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار دیں، جب کہ وہ کسی قسم کی زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ بات کہ (اس سے بھی) بچیں ان کے لیے زیادہ اچھی ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿فليس عليهن جناح ان يضعن ثيابهن﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں: "الجلباب، والرداء"۔ ''حجاب اور چادر''۔[تفسير الطبري جامع البيان - ط دار التربية والتراث ۲۱۷/۱۹ — ابن جرير الطبري:ت ۳۱۰]

حجاب کی مشروعیت حدیث کی روشنی میں:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ "۔

''نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو آپ کے ساتھ ایمان والی عورتیں اپنے کپڑے میں لپٹی ہوئی شریک ہوتیں پھر نماز بعد اپنے گھروں کو لوٹتیں، انہیں کوئی نہ پہچان پاتا''۔[صحيح البخاري - ط السلطانية:۸٤/۱ — البخاري:ت ۲۵٦]

اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:'

كُنَّا نُغَطِّي وُجُوهَنَا مِنَ الرِّجَالِ وَكُنَّا نَمْتَشِطُ قَبْلَ ذَلِكَ "۔

"ہم اپنے چہروں کومردوں سے چھپالیا کرتے تھے حالانکہ اس سے پہلے کنگھی کر کے نکلا کرتے تھے۔[صحيح ابن خزيمة ٢٠٣/٤ — ابن خزيمة (ت ٣١١) جلباب المرأة (١٠٨) على شرط مسلم ، إرواء الغليل (٤/٢١ ٢) صحيح على شرط الشيخين]

حجاب کی مشروعیت کی حکمت:

دکتورسعید بن علی بن وھف قحطانی حجاب کی مشروعیت کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حجاب کی مشروعیت کی کئی ساری حکمتیں ہیں:

(۱) دلوں کوشیطانی فکروخیال سے پاک کرنا۔(۲) فاسق وفاجرلوگوں سےعورتوں کی حفاظت کرنا۔(۳) ظاہری اصلاح کرنا۔(۴) حجاب عورت کی حیا کی پختگی اوراعلی اخلاق کی دلیل ہے۔(۵) حجاب عورت کی فطرت کے مناسب ہے۔[إظهار الحق والصواب في حكم الحجاب:٢١١/١ — سعيد بن وهف القحطاني(ت ١٤٤٠]

شرعی حجاب کے شروط:

(۱) حجاب پورے جسم کو چھپانے والا ہو۔(۲) حجاب میں ظاہری زیب وزینت نہ ہو۔(۳) حجاب اتنا موٹا ہو کہ باطن کوظاہر نہ کرے۔(۴) حجاب کشادہ ہوتنگ نہ ہو۔(۵) حجاب خوشبو سے معطر نہ ہو۔(۶) حجاب مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔(۷) حجاب اہل کفر کی عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔(۸) حجاب میں اہل کفر کی نشانی اور دیگر تصاویر نہ ہوں۔[إظهار الحق والصواب في حكم الحجاب ٢٢٣/١ — سعيد بن وهف القحطاني (ت ١٤٤٠]

حجاب کے فوائد:

حجاب کی مشروعیت بہت سارے فوائدکوشامل ہے،ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) دلوں کی پاکیزگی: حجاب مرداورعورت دونوں کے دلوں کو برے خیالات سے پاک رکھتا ہے۔

(۲) اذیت سے بچاؤ: حجاب عورت کولوگوں کی چھیڑ چھاڑ اور تکلیف دہ رویوں سے بچاتا ہے، چاہے وہ ارادتاً ہو یا نہ ہو۔

(۳) اللہ کی فرمانبرداری: حجاب پہننا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اوراس کی شریعت پر چلنا ہے۔

(۴) حجاب باحیااورآزادخواتین کی علامت ہے، جبکہ نمائش کرنا پرانے وقتوں میں باندیوں (غلام عورتوں) کا طریقہ تھا۔

(۵)اللہ کی رضا: حجاب اللہ کو راضی اور شیطان کو ناراض کرتا ہے، اور یہ انسانوں اور جنوں کے شر سے بچنے کی ڈھال ہے۔

(٦) حجاب وہ حفاظتی راستہ ہے جو اللہ نے مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے بنایا ہے۔ وغیرہ۔[نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم ١٥٢٨/٤ — مجموعة من المؤلفين]

حجاب کے موضوع پر لکھی گئی چند اردو اور عربی تالیفات:

اردو کتابیں:

(۱)احکام ستر وحجاب از عبدالرحمن کیلانی

(۲) پردے کی شرعی حیثیت از ابوالحسن مبشر احمد ربانی

(۳) وجوب نقاب وحجاب، ابوعدنان محمد منیر قمر

(۴) مسلمان عورت کا حجاب، اصلاً یہ ڈاکٹر عبدالرزاق البدر کی تحریر ہے۔ ترجمہ صدیق سلفی

(۵) لباس اور پردہ، حافظ صلاح الدین یوسف

عربی کتابیں:

(۱)حجاب المرأة ولباسها في الصلاة تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (ت ٧٢٨هـ)

(۲)إظهار الحق والصواب في حكم الحجاب : د. سعيد بن على بن وهف القحطاني

(۳) مختصر كشف الغمة عن أدلة الحجاب في الكتاب والسنة — أمل آل خميسة

(۴)رسالة الحجاب : محمد بن صالح بن محمد العثيمين (ت ١٤٢١هـ)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حجاب اسلام کی ایک خوبصورت تعلیم ہے جو سراپا خواتین کے لیے عزت وآبرو کی حفاظت اور بدنگاہی سے بچاؤ کا بہترین سبب ہے، جس کو اختیار کرنا ہر مسلمان عورت کے لیے واجب اور ضروری ہے مخالفت کی صورت میں دنیاوی ذلت ورسوائی اور اخروی عذاب ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر کو عام کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

قسط:(23)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اوران کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مقبول ترین کتاب ”بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية“کا تعارف پیش خدمت ہے۔اسے ”نقض التأسيس“ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

اس کتاب کا شمار شیخ الاسلام کی اہم اور ضخیم ترین کتابوں میں ہوتا ہے،اس میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے خاص طور پر اشاعرہ کی بڑی کتابوں پر رد کیا ہے،اپنے باب میں یہ کتاب منفرد مانی جاتی ہے،بعد میں جس نے بھی اشاعرہ اور دیگر علم کلام کے سہارے دین کو سمجھنے والوں پر رد کیا ہے ان تمام نے شیخ الاسلام کی اس کتاب سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔

کتاب کے نام کا صحیح ضبط: جامعۃ الملک سعود ریاض میں اس کا جو مخطوطہ ہے،اس میں اس کتاب کا نام ”نقض أساس التقديس“ ہے۔مکتبہ ظاہریہ میں اس کتاب کا جو قلمی نسخہ ہے اس میں اس کتاب کا نام ” بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية“ ہے۔ہولندا کی لائبریری لیدن میں اس کتاب کا جو مخطوطہ ہے اس میں اس کا نام ” نقض تأسيس الجهمية“۔ہے۔

خلاصۂ گفتگو یہ کہ اس کتاب کے نام کے صحیح ضبط میں جو بات راجح معلوم ہوتی ہے اور جس نام کا ذکر مؤلف نے اپنی چند ایک کتابوں میں کیا ہے وہ یہی نام ہے” بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية“۔

نسبتِ کتاب: یہ کتاب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے،جیسا کہ ابن عبد الہادی اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ذیل طبقات الحنابلہ،الوافی بالوفیات جیسی کتابوں میں بھی مؤلف کے نام کے ساتھ اس کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔تفصیل نیچے موجود ہے۔

وذكر في الذيل على طبقات الحنابلة ضمن مصنفات شيخ الإسلام ابن تيمية هكذا: كتاب تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية في ست مجلدات كبار۔[انظر الذيل على طبقات الحنابلة لابن رجب403/2]

وفي الوافي بالوفيات عد ضمن مصنفات شيخ الإسلام ابن تيمية وذكر له اسمين فقيل فيه: رد على تأسيس التقديس سماه: بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية وربما سماه تخليص التلبيس من تأسيس التقديس. [انظر الوافي بالوفيات:ج:7/15-33]

شیخ الاسلام نے اپنے رسالہ تسعینیہ میں بھی ذکر کیا ہے۔”كما قد أوضحنا ذلك في بيان تلبيس الجهمية

في تأسيس بدعهم الكلامية،ويسمى-أيضًا-تخليص التلبيس من كتاب التأسيس"۔ "التسعينية" (2/ 389).

"وقد بسطنا الكلام على هذا بسطا كثيرا في المباحث العقلية والسمعية التي يذكرها نفاة الصفات من الجهمية وأتباعهم في كتابنا المسمى (بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية)"[مجموع الفتاوى(17/ 450].

وقال البزار عن هذا الكتاب عند ذكره لمؤلفات ابن تيمية: فمنها ما يبلغ اثنا عشر مجلداً، كتلخيص التلبيس على أساس التقديس.[انظر الأعلام العلية للبزار:ص:25،تحقيق زهير الشاويش، طبع المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية سنة ١٣٩٦هـ.]

تاریخِ تالیف: بالضبط تاریخِ تالیف کی تعیین بہت مشکل ہے، پھر بھی ایک دراسہ کے بعد اور مختلف قرائن کو سامنے رکھ کر کے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ یہ کتاب مصر میں قید کے دوران سن ۷۰۵/۹/۲۶ ھ إلى ۷۰۷/۳/۲۳ھ. کے درمیان ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیں:[بيان تلبيس الجهمية، لابن تيمية، تحقيق مجموعة من الباحثين، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف.۔جلد نمبر :9]

سببِ تالیف: سببِ تالیف خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب کے اندر بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب انہوں نے ''الفتوی الحمویۃ'' صفات کی نفی کرنے والوں کے رد میں لکھا، تو صفات کی نفی کرنے والوں نے بعض اعتراضات حمویہ پر کئے ،جس کا جواب پھر شیخ الاسلام نے ''جواب الاعتراضات علی الفتیا الحمویۃ'' کے نام سے دیا، اس کے بعد پھر معطلہ نے بعض شبہات پیدا کئے اور ان کے وہ شبہات رازی کی کتاب ''تاسیس التقدیس'' سے ماخوذ تھے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ کتاب لکھ کر کے رازی کی کتاب کا تفصیلاً جواب دیا۔ رازی نے جو کتاب تاسیس التقدیس کے نام سے لکھی تھی وہ اصلاً علامہ ابن خزیمہ کی کتاب ''کتاب التوحید'' پر رد ہے۔

کتاب کی علمی اہمیت وافادیت: (۱) یہ کتاب مصادرعقیدہ کے باب میں موسوعہ کی حیثیت رکھنے والی کتابوں میں سے ایک نفع بخش کتاب ہے۔

(۲) سلفی منہج پر پوری طرح کاربند رہ کر کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رازی اور ان کے ہم خیال لوگوں پر رد کیا ہے۔

(۳) جہمیہ بطور خاص امام رازی نے جہاں جہاں حق و باطل کو اپنے باطل اصولوں کے سبب خلط ملط کر دیا تھا، شیخ الاسلام نے مکمل طریقہ سے اس کی وضاحت کی ہے۔

(۴) حلولیہ، جہمیہ، فلاسفہ، ملحدین وکفار کی ایک ایک دلیل کے بطلان کو شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے۔

(۵) مبتدعہ اور اہل کلام کا خود اپنی مختلف کتابوں میں آپسی تضاد کو بیان کیا ہے۔

(۶) اس کتاب کے اندر شیخ الاسلام نے سلف صالحین اور ائمہ ومجتہدین سے بہت سارے نقول بڑی باریکی اور احتیاط کے ساتھ نسبت کا خیال رکھ کر کے بیان کیا ہے۔

(۷) نصوص کی فاسد تاویل اور اس کے اصل معنیٰ سے پھیر کر کے کوئی دوسرا معنیٰ بیان کرنے والوں کی بھی وضاحت کی ہے۔

اہل علم کی نظر میں: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"وَكَذلِكَ التَّأسِيسُ أصْبَحَ نَقْضُهُ... أُعْجُوبَةً لِلْعَالِمِ الرَّبَّانِي" "نونية ابن القيم الكافية الشافية - ط عطاءات العلم" [المتن:197]

تأسیس (التقدیس) کا رد ایسا ہو گیا ہے کہ وہ ربانی علما کے لیے ایک عجوبہ بن چکا ہے۔

ابن عبد الہادی رحمہ اللہ اس کتاب کے تعلق سے کہتے ہیں:

"وَمن مصنفاته كتاب بَيَان تلبيس الْجَهْمِية فِي تأسيس بدعهم الكلامية فِي سِتّ مجلات وَبَعض النّسخ مِنْهُ فِي أَكثر من ذَلِك وَهُوَ كتاب جليل الْمِقْدَار مَعْدُوم النظير كشف الشَّيْخ فِيهِ أسرار الْجَهْمِية وهتك أستارهم وَلَو رَحل طَالب الْعلم لأجل تَحْصِيله إِلَى الصين مَا ضَاعَت رحلته"۔[العقود الدرية في مناقب ابن تيمية (ص44 ت الفقي)]

"اور ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب "بَيَان تلبيس الْجَهْمِية فِي تأسيس بدعهم الكلامية" ہے جو کہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے، اور بعض نسخوں میں اس سے بھی زیادہ جلدیں ہیں۔ یہ انتہائی عظیم اور بے نظیر کتاب ہے۔ شیخ الاسلام نے اس کتاب میں جہمیہ کے چھپے ہوئے اسرار ورموز کو بے نقاب کیا ہے اور ان کے پردے چاک کیے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم اس کتاب کو حاصل کرنے کے لیے چین تک کا سفر بھی کرے، تو اس کا یہ سفر ہرگز ضائع نہیں جائے گا"۔

قال الشيخ محمد بن عبد الرحمن بن قاسم - حفظه الله - مبيناً

منزلة هذا الكتاب، وقيمته العلمية بين كتب شيخ الإسلام ابن تيمية - رحمه الله تعالى - ما نصه: وإن أجل وأعظم ما تكلم فيه في الأصول؛ هو »مسألة الصفات والقدر إذ الحاجة إليهما أعم، ومعرفة الحق فيهما أنفع من غيرهما، وإن أعظم كتاب ألفه ابن تيمية . قدس الله روحه- في موضوع الصفات والرد على الأشاعرة، هو كتاب »نقض التأسيس فهو عمدة،

ومرجع كبير، في دحض شبههم العقلية، وإبطال تأويلاتهم للأدلة السمعية وإنه ليعادل - في نظري . كتاب »بيان موافقة صريح المعقول لصحيح »المنقول في موضوعه، وكتاب منهاج السنة النبوية في الرد على الرافضة وكتاب الرد على المنطقيين وكتاب الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح ـ(انظر مقدمة بيان تلبيس الجهمية في تأسيس بدعهم الكلامية لشيخ الإسلام ابن تيمية ۲۵/۱ تصحيح وتكميل وتعليق محمد بن عبدالرحمن بن قاسم الطبعة الأولى سنة ۱۳۹۱هـ)

یقیناً شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے علمِ اصول (عقائد) میں جن مسائل پر گفتگو کی ہے، ان میں سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ صفات اور مسئلہ تقدیر ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی ضرورت سب سے زیادہ عام ہے اوران کے بارے میں حق کی معرفت دیگر مسائل کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور ابن تیمیہ نے صفات کے موضوع پر اور اشاعرہ کے رد میں جو سب سے عظیم کتاب لکھی ہے، وہ کتاب ”نقض التأسيس“ (بيان تلبيس الجهميه) ہے۔ یہ کتاب ان کے عقلی شبہات کو پامال کرنے اور سمعی دلائل کی من مانی تاویلوں کو باطل کرنے میں ایک بنیادی ستون اور بہت بڑا مرجع ہے۔ یہ کتاب میری نظر میں اپنے موضوع پر لکھی گئی کتاب ”بيان موافقة صريح المعقول لصحيح المنقول“(درء تعارض العقل والنقل)، رافضہ کے رد میں لکھی گئی کتاب ”منهاج السنة النبوية“، ”الرد على المنطقيين“ اور عیسائیوں کے رد میں لکھی گئی کتاب ”الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح“ کے ہم پلہ ہے۔

فوائد علمیہ: (۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کئی اہل علم کے اقوال اور اللہ کے عرش پر مستوی ہونے پر اجماع نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ”اور یہ ایک بہت وسیع باب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے اہل سنت کے اجماع یا صحابہ اور تابعین کے اس بات پر اجماع کو نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی عرش کے اوپر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا (بائن) ہے، ان کی تعداد اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا“۔

(۲) ”یہ بات سنتِ متواترہ اور اسلاف امت نیز صحابہ، تابعین اوران کے بعد کے ان ائمہ اسلام -جن کی دین میں اقتدا کی جاتی ہے- کے اتفاق سے ثابت ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آخرت میں آنکھوں سے برائے راست دیکھا جائے گا۔

قرآن مجید نے بھی متعدد مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے، اس سلسلے میں صحیح اور متواتر احادیث، صحاح، سنن اور مسانید کی کتابوں میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہی اس مضمون کی تقریباً دس احادیث ہیں، جن میں یہ صراحت ہے کہ آخرت میں دیدار الٰہی محال یا ناممکن نہیں ہے۔ آخرت میں دیدار الٰہی سے متعلق احادیث کو جمع

کرنے کا اہتمام متعدد ائمہ نے کیا ہے، جیسے امام دارقطنی (اپنی کتاب ''الرؤیة'' میں)، امام ابوبکر الآجری، امام ابونعیم الاصبہانی اور ان کے علاوہ دیگر جلیل القدر ائمہ نے۔

(۳)اس کتاب کے اندر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے حدیث ''خلق اللہ آدم علی صورتہ'' پر گفتگو کیا ہے ،حدیث کے الفاظ اور اس کے طرق کو بھی ذکر کیا ہے، جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان کا بھی مناقشہ کیا ہے، یہ واضح کیا ہے کہ اس حدیث کو کئی ائمہ نے روایت کیا ہے جیسے امام احمد، امام ترمذی، ابن خزیمہ، دارقطنی وغیرہم۔ جو لوگ اس حدیث کو اور رؤیت باری تعالیٰ سے متعلق دیگر احادیث کو جھٹلاتے ہیں ان کی بھی حقیقت بیان کیا ہے۔ تقریباً 305 صفحات پر مشتمل اسی حدیث سے متعلق گفتگو ہے۔

(۴) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صفات کی تاویل اور صفات کا انکار کرنے والوں پر بڑی تفصیلی بحث اس کتاب میں کی ہے۔

(۵)اس کتاب کو پڑھنے والے کے سامنے یہ بات بہت واضح ہوجائے گی کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو متکلمین کی کتابوں، ان کے پھسپھسے اصول نیز ان کی قدآور اور سرکردہ شخصیات جیسے ابوالحسن الاشعری، قاضی ابی بکر الباقلانی، ابن فورک، امام الحرمین الجوینی، غزالی اور رازی وغیرہم کے عقائد سے کس قدر واقف تھے۔

تحقیقات: اس کتاب کا پہلا حصہ دو جلدوں میں محمد بن عبدالرحمٰن بن قاسم کی تصحیح، تکمیل اور تعلیق کے ساتھ شائع ہوا تھا، اس کے بعد جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے آٹھ جلدوں میں دکتورہ کے رسائل کی شکل میں مکمل ہوا ہے۔

(۱)بيان تلبيس الجهمية، لابن تيمية، تحقيق مجموعة من الباحثين، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف ـ

(۲)نقض تأسيس الجهمية (بيان تلبيس الجهمية)، لابن تيمية، ت: محمد بن قاسم، ط 1، 1391 هـ، مطبعة الحكومة، مكة.

(۳)بيان تلبيس الجهمية: لابن تيمية، ت: عبد الرحمن اليحيى، رسالة دكتوراه في جامعة الامام محمد بن سعود الإسلامية۔

(۴)مختصر بيان تلبيس الجهمية لابن تيمية: المؤلف: عبدالله بن سلمان الفيفي۔

(۵)إثبات الصورة لله تعالى ملخص من بيان تلبيس الجهمية و،تلخيص عبد العزيز بن عبد الله الراجحي۔

جاری.........

علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵)

معارف ابن تیمیہ کی عصری معنویت اور استفادے کے طریقے: (پانچویں قسط)

مرتب: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

کیا ابن تیمیہ کے نظریات کو صرف مجموع الفتاویٰ سے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

صرف مجموع الفتاویٰ سے نہیں لیکن مجموعی اور اجمالی طور پر اس میں بھی بعض چیزیں ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ اور جو 35 یا 37 کتابیں ہیں جن کی تقریباً پچاس جلدیں بنیں گی، تو ان پچاس جلدوں کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مجموع الفتاویٰ کے اندر بعض چیزیں ایسی ہیں جو ابن تیمیہ کی نہیں ہیں اور غلط طریقہ سے ان کی جانب منسوب ہیں (1)۔ مثلاً اس میں جو ایک فتویٰ ہے خضر سے متعلق "اماحیاته فهوحي" یہ بالکل ہی ابن تیمیہ کا فتویٰ نہیں ہے، یہ فتویٰ ان کی دوسری تحریروں کے خلاف ہے، یہ فتویٰ ابن تیمیہ کا ہے ہی نہیں، اسی زمانہ میں باقاعدہ لوگوں نے رد کیا تھا، اور بتایا تھا کہ یہ ابن تیمیہ کی تحریر ہے ہی نہیں، اس میں ایک تھے قطب الدین خیضری، ان کا فتویٰ مل بھی گیا تو اس کو جامع المسائل میں میں نے چھاپا بھی، (2) الرد علی المنطقیین اٹھا کر کے دیکھئے اس میں بتایا ہے کہ خضر علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے، اور مرنے کے کئی وجوہ واسباب بیان کئے ہیں (3)، ابن قیم نے ابن تیمیہ سے المنار المنیف میں نقل کیا ہے، اور بہت سے دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے، جنہوں نے یہ فتویٰ جمع کیا ہے یعنی عبد الرحمٰن القاسم، انہوں نے فتویٰ کے اخیر میں سوالیہ نشان لگا دیا ہے کہ ہمیں یہ فتویٰ ایسے ہی ملا ہے، لیکن لگتا ہے کہ یہ مشکوک ہے (4)۔ ایسے ہی ابن قیم کی کوئی تحریر ہے وہ ابن تیمیہ کے نام سے مجموع الفتاویٰ کے اندر شامل ہو گئی، ایسے کسی کتاب کا کوئی حصہ کہیں سے کہیں چلا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی میں کہوں گا کہ مجموع الفتاویٰ دیگر مجموعات کے مقابلہ میں بے انتہا اہم ہے۔ بقیہ تھوڑی بہت کمیاں تو رہ ہی جاتی ہیں، 36ویں یا 37ویں جلد میں ایک فہرست بنادی گئی لیکن وہ بہت تفصیلی فہرست ہے۔ اس کی بھی ایک مختصر فہرست ہونی چاہیے۔ اس میں ایک جگہ اور غلطی ہے مثلاً صوفی کی نسبت، دسویں یا گیارہوں جلد میں ہے۔ صوفی کی نسبت کس طرف ہے، صوف کی طرف ہے یا صفہ کی طرف ہے یا صفا کی طرف ہے۔ الصفاء۔۔۔۔فهو يكفراليهود والنصارىٰ ۔ اب یہ یکفر والی عبارت اصلاً وحدۃ الوجود سے متلق جو عقیدہ رکھتے ہیں ان کے بارے میں ہے، تو صوفی نسبت کرنے والوں پر کفر کی بات نہیں کررہے ہیں۔ یہ تو ایک لغوی بحث ہے اس سے کفر واسلام کہاں لازم آتا ہے، ایک کتاب چھپی ہے "صيانه مجموع الفتاوىٰ من الا سقط والسقط" کے نام سے۔ ناصر الفہد کی یہ کتاب ہے، تو اس سے مجموع

الفتاویٰ میں واقع بعض غلطیوں کی تصحیح ہوجاتی ہے،لیکن ساری غلطیوں کا احصاء اس میں بھی نہیں ہوسکا ہے۔(5)ابن تیمیہ کی تقریباً 59 یا 60 کتابوں کے ترجمہ ہوئے ہیں۔لیکن سارے ترجمے یکساں نہیں ہیں،بعض بالکل غلط ہیں۔ بلکہ بعض ترجمہ میں اختصار کردیا گیا ہے اوراس میں اپنی رائے داخل کردی گئی۔جیسے ان کی بہت مشہور کتاب ہے اقتضاء الصراط المستقیم ہے۔اسلامی تہذیب کیا ہے،غیراسلامی تہذیب سے اس کا اختلاف کیا ہے؟ان سب کا بیان اس میں موجود ہے،اس کا ایک مختصر سا ترجمہ چھپا ہے ندوۃ العلماء سے،اس میں مترجم نے اپنی رائے داخل کردی ہے،شدرحال کے مسئلہ اور دوسرے مسائل میں،تو وہ بالکل ہی غیر معتمد ہے،اسلام اور غیراسلامی تہذیب کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے،شمس تبریز خاں صاحب نے ترجمہ کیا ہے،اسی لیے اس کتاب کا اختصار ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی صاحب نے بھی کیا ہے اوراس کا ترجمہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری صاحب نے صراط مستقیم کے تقاضے کے نام سے کیا ہے،اس میں صحیح ان کی جو رائے ہے وہ پیش کی گئی ہے۔ابن تیمیہ کی کی کتابوں کا اردو میں سب سے اچھا ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی نے کیا ہے۔

حواشی واضافات۔آفاق احمد السنابلی المدنی

(۱) مجموع الفتاویٰ کے مطالعہ سے پہلے یا بعد میں ایک بار یہ کتاب ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

”صیانة مجموع الفتاوی من السقط والتصحیف الشیخ ناصر بن حمد الفهد“.تقریباً 276 صفحات کی یہ کتاب ہے۔مجمع ملک فہد سے جونسخہ سنہ 2004ء میں شائع ہوا ہے،اس میں بہت ساری غلطیوں کی نشان دہی بھی کردی گئی ہے اوراخیر میں اس کتاب کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔

(۲) قطب الدین الخیضر ی نے اپنی کتاب ”افتراض دفع الاعتراض“ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی جانب منسوب اس فتویٰ کی تردید کی ہے۔دیکھیں:جامع المسائل-ابن تیمیة - ط عطاءات العلم(5/ 9)

(۳)دیکھیں۔الرد علی المنطقیین (ص 184 - 185)۔ اس کتاب میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔مختصر الفتاوی المصریة (ص 198)۔

(۴)پوری تفصیل اورتصحیح اس فتویٰ کی دیکھیں۔(مجموع الفتاویٰ (4/ 338)۔

(۵) مجموع الفتاویٰ پر علماء نے کئی جہات سے کئی کام کیا ہے،مختصراً یہاں ذکر کردیتا ہوں۔

1-المستدرک علی مجموع الفتاوی،جمعه الشیخ محمد بن عبد الرحمن بن قاسم في خمسة مجلدات.

2-مجموعة فتاوىٰ ابن تيمية جمعه فرج الله الكردي، وعنها الفتاوى الكبرى تحقيق أبناء عبدالقادر عطا .

3-الفتاوى العراقية، تحقيق: عبد الله عبد الصمد المفتي .

4-أضواء من فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية- قسم العقيدة- للشيخ صالح بن فوزان الفوزان، طبع في مجلدين، نشر دار ابن الجوزي بالدمام.

5-الحاوي في تخريج أحاديث مجموع الفتاوى،خرجها مجدي بن منصور بن سيد الشورى، نشر دار الكتب العلمية ببيروت في مجلد.

6-تخريج أحاديث مجموعة فتاوى ابن تيمية، بعناية مروان كوجك، ومراجعة فتحي الجندي ، نشر دار ابن حزم ببيروت في ستة مجلدات .

7-صيانة مجموع الفتاوى من السقط والتصحيف للشيخ ناصر الفهد، نشر دار أضواء السلف بالرياض.

8-مجموع أسئلة شيخ الإسلام ابن تيمية في كتابيه مجموع الفتاوى والفتاوى الكبرى مرتبة على أبواب الفقه جمعه عبد الكريم الغانم، نشر دار المنار.

9- التعليق على مجموع الفتاوى لابن تيمية. الشيخ صالح بن عبد الله العبود،یہ آڈیو میں ہے۔

10- شرح »مجموع الفتاوى« محمد سعيد رسلان .یہ آڈیو میں ہے۔

11-القواعد الأصولية و القواعد و الضوابط و الفوائد الفقهية من مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيميةز. تأليف د. سعود بن عبد الله الغديان. بقية العنوان : القواعد والضوابط والفوائد الفقهية. ثلاثة مجلدات شروح ، والمجلد الرابع لمتن القواعد جمعا وتوثيقا.

12-التهذيب والتذهيب لمجموع فتاوى ابن تيمية۔ تأليف: عاصم اللحيدان۔ من إصدار دار ابن الجوزي في خمسة مجلدات كبيرة بتجليد جميل على ورق أصفر شامواه وكتابة واضحة باللونين الأسود والأحمر۔

13- الأولويات الفقهية لابن تيمية في كتابه مجموع الفتاوى في الأحوال الشخصية

جاری........

مکاتب اسلامیہ کے تعلیمی وتربیتی زوال کے بیس اسباب اوران کا حل

ایک تجزیاتی واصلاحی مطالعہ

ابوالبیان رفعت سلفی

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شِعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی (جگرؔ مرادآبادی)

مکاتبِ اسلامیہ کسی بھی اسلامی معاشرے کی پہلی دینی درسگاہ اورنئی نسل کی دینی واخلاقی تربیت کی نہایت ہی اہم بنیاد ہیں۔یہیں بچوں کے دلوں میں قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ، اسلامی عقائد،عبادات اورحسنِ اخلاق کی ابتدائی تعلیم راسخ ہوتی ہے۔اگر یہ بنیادمضبوط ہوتوآنے والی زندگی سنور جاتی ہے،اوراگراسی مرحلے میں کمزوری رہ جائےتو اس کےاثرات پوری زندگی نمایاں ہوتے ہیں۔

دورحاضر میں بہت سارے مکاتب اسلامیہ، باوجود مخلص اساتذہ اورمحدودوسائل کے،تعلیمی وتربیتی اعتبار سے مطلوبہ نتائج پیش نہیں کر پارہے ہیں۔اس صورتِ حال کےاسباب صرف اساتذہ یا طلبہ تک محدود نہیں، بلکہ والدین، اساتذہ،انتظامیہ، بچوں کی نفسیات اورموجودہ تعلیمی نظام سے متعلق کئی عوامل اس کے ذمہ دار ہیں۔

زیرِنظرتحریر میں اس اہم موضوع کا جائزہ درجِ ذیل ذیلی عناوین کےتحت پیش کیا گیا ہے:

(۱)موضوع کی اہمیت اورضرورت

(۲)والدین سے متعلق چنداہم اسباب

(۳)اساتذہ سے متعلق چنداہم اسباب

(۴)انتظامیہ سے متعلق چنداہم اسباب

(۵)بچوں کی نفسیات سے متعلق چنداہم اسباب۔

اس تحریر کا مقصد کسی فرد، استاد، والدین یاادارے پر تنقید کرنا نہیں، بلکہ خیرخواہی، اصلاحِ احوال اورمکاتبِ اسلامیہ کےتعلیمی وتربیتی معیار کوبہتر بنانے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔اس میں بیان کیے گئے نکات کا مقصدتعلیم و تربیت سے وابستہ تمام افراد کواپنی ذمہ داریوں پرغورکرنے، خامیوں کی اصلاح کرنے اوربچوں کے لیے ایساتعلیمی ماحول فراہم کرنے کی طرف متوجہ کرنا ہے، جہاں محبت، حکمت، عدل اورحسنِ اخلاق کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا

فریضہ انجام دیا جاسکے۔

والدین سے متعلق چند اہم اسباب:

والدین بچے کی پہلی درسگاہ اور اس کے سب سے پہلے مربی ہوتے ہیں۔مکتب میں استاد روزانہ چند گھنٹے بچے کے ساتھ رہتا ہے، جبکہ والدین شب وروز اس کی نگرانی کرتے ہیں۔اسی لیے اگر گھر کا ماحول دینی، اخلاقی اور تربیتی اعتبار سے سازگار ہو تو مکتب کی تعلیم جلد اثر کرتی ہے، لیکن اگر گھر ہی میں غفلت اور غلط ترجیحات ہوں تو بہترین استاد بھی مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتا۔

ذیل میں والدین سے متعلق چند اہم اسباب پیش ہیں:

(۱) والدین کی نیتوں کا خالص نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾

”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص رکھتے ہوئے“۔[سورة البينه: 5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“۔

”تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے“۔[صحيح البخاری: 1، صحيح مسلم: 1907]

مگر اس کے برخلاف اکثر والدین بچوں کو خالص رضائے الٰہی اور دینی تربیت کی نیت سے مکتب نہیں بھیجتے، بلکہ محض رسم پوری کرنے، معاشرتی دباؤ یا مستقبل کے دنیاوی مفادات کے پیشِ نظر بھیجتے ہیں۔ان کی اصل توجہ عصری تعلیم، انگلش میڈیم اور کوچنگ کلاسوں پر ہوتی ہے، جبکہ دینی تعلیم کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ظاہر ہے کہ جب نیت کمزور ہوگی تو اس کے اثرات بھی کمزور ہی ہوں گے۔

(۲) دینی تربیت میں تاخیر:

بعض والدین یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت کی فکر دس بارہ سال کی عمر کے بعد بھی کی جاسکتی ہے، حالانکہ شخصیت سازی کا سب سے اہم دور بچپن ہی ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ“۔

”ہر بچہ فطرتِ سلیم (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے

ہیں‘‘۔[صحيح البخاري: 1385، صحيح مسلم: 2658]

بچوں کا ذہن ایک صاف وشفاف گلاس کی مانند ہوتا ہے، اس میں جس رنگ کا پانی ڈال دیا جائے، وہی رنگ نمایاں ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بچپن میں دی جانے والی تعلیم وتربیت کے اثرات پوری زندگی انسان کی شخصیت پر نمایاں رہتے ہیں۔ بقول شاعر

جو رنگ بھر دو اسی رنگ میں نظر آئے
یہ زندگی نہ ہوئی کانچ کا گلاس ہوا

عربی کا مشہور مقولہ ہے:

”التَّعْلِيمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَر، وَالتَّعْلِيمُ فِي الْكِبَرِ كَالْكِتَابَةِ عَلَى الْمَاءِ“۔

’’بچپن کی تعلیم پتھر پر نقش کی طرح ہوتی ہے، جبکہ بڑی عمر میں تعلیم حاصل کرنا پانی پر لکھنے کے مانند ہے۔ اس لیے جتنی جلدی بچے کی دینی تعلیم وتربیت شروع ہوگی، اتنے ہی بہتر اور دیرپا نتائج سامنے آئیں گے‘‘۔

(۳) عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر ترجیح دینا:

دورِ حاضر میں والدین بچپن ہی سے بچوں کے ذہن میں یہ تصور بٹھا دیتے ہیں کہ اصل کامیابی صرف عصری تعلیم، اعلیٰ ڈگری اور اچھی ملازمت حاصل کرنے میں ہے، جبکہ دینی تعلیم محض ایک رسمی ضرورت ہے۔ چنانچہ بچہ بھی رفتہ رفتہ دینی علوم کو کم اہم سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ دنیا وآخرت کی حقیقی کامیابی علمِ دین اور صالح تربیت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

راقم کو تقریباً پندرہ سال پہلے اس حقیقت کا عملی مشاہدہ بھی ہوا۔ گجرات کے ایک مکتب میں تدریس کے دوران ایک ذہین طالب علم بار بار غیر حاضر رہتا، خصوصاً مکتب کے امتحانات کے دنوں میں۔ بار بار تنبیہ کے باوجود جب اس کی یہ روش برقرار رہی تو راقم نے سختی سے باز پرس کی۔ اس نے نہایت معصومیت سے عرض کیا:

استاذ محترم! پہلے میری بات سن لیجیے۔ میرے والد مدرسہ کی فیس تو ایک پیسہ بھی نہیں دیتے، لیکن اسکول کی ہر ماہ ایک ہزار روپے فیس ادا کرتے ہیں۔ اگر مدرسہ کے امتحان میں ناکام ہوجاؤں تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی، لیکن اگر اسکول کے امتحان میں فیل ہوگیا تو سخت سزا ملے گی۔ اسی لیے جب دونوں امتحانات ایک ساتھ آجاتے ہیں تو مجھے اسکول کے امتحان کو ترجیح دینا پڑتی ہے۔

اس معصوم بچے کے یہ الفاظ دراصل ہمارے معاشرے کے ایک بڑے المیے کی عکاسی کرتے ہیں۔ جب والدین خود اپنے طرزِ عمل سے دینی تعلیم کو ثانوی حیثیت دیں گے تو بچوں کے دلوں میں اس کی عظمت اور اہمیت کیسے پیدا ہوگی؟

اعتدال کا تقاضا یہ ہے کہ عصری تعلیم ضرور حاصل کی جائے، بلکہ بہترین انداز میں حاصل کی جائے، لیکن اس کے ساتھ دینی تعلیم، اسلامی تربیت اور اخلاقی کردار سازی کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے، کیونکہ یہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کی بنیاد ہے۔

(۴) بچوں کو پابندی سے مدرسہ نہ بھیجنا:

تعلیم میں کامیابی کا راز صرف ذہانت نہیں بلکہ جہدِ مسلسل، پابندی اور استقامت ہے۔ افسوس کہ بعض والدین معمولی مصروفیات، تقریبات، سفر یا غیر ضروری بہانوں کی وجہ سے بچوں کی حاضری کا اہتمام نہیں کرتے، جس سے سبق کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور تعلیمی و تربیتی مقاصد حاصل نہیں ہو پاتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾[النجم: 39]

یعنی انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ مسلسل کوشش کرتا ہے۔ یہی اصول دینی تعلیم پر بھی صادق آتا ہے۔

(۵) بچوں کے ذہن میں اساتذہ کا احترام کم کرنا:

استاد کا ادب، علم کی کنجی اور تعلیم کی برکت کا اہم ذریعہ ہے۔ افسوس کہ بعض والدین بچوں کے سامنے اساتذہ پر تنقید کرتے یا ان کی بے جا مخالفت کرتے ہیں، جس سے بچوں کے دل سے استاد کا احترام ختم ہو جاتا ہے اور پھر علم کا فائدہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا"۔

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے"۔ [سنن الترمذی:1921، مسند أحمد: 6753، وصححه الألباني صحيح الجامع :5445]

جب اسلام عمومی طور سے بڑوں کے احترام کی تعلیم دیتا ہے تو استاد، جو روحانی مربی اور معلم ہوتا ہے، اس کے احترام کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے دلوں میں اساتذہ کی محبت، عزت اور اعتماد پیدا کریں، کیونکہ جہاں ادب ہوتا ہے، وہیں علم کی برکت بھی ہوتی ہے۔

اساتذہ سے متعلق چند اسباب:

مکتب کی کامیابی کا سب سے اہم ستون اس کا استاد ہوتا ہے۔ اگر استاد با اخلاص، باعمل، باصلاحیت اور بچوں کی نفسیات سے واقف ہو تو محدود وسائل میں بھی بہترین نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں، لیکن اگر استاد اپنی ذمہ داری کو محض ملازمت سمجھنے لگے تو تعلیمی و تربیتی نظام کمزور پڑ جاتا ہے۔

(۶) تدریس کو مشن سمجھنے کے بجائے محض رسمی ذمہ داری سمجھنا:

بعض اساتذہ بچوں کو پڑھانے کو معمولی یا کم درجے کا کام سمجھتے ہیں، حالانکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہی تعلیم وتربیت کے لیے ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"۔[سنن ابن ماجه: 224۔صححه الالبانی ،صحیح الجامع :3914]

"علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ"۔ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔[صحیح البخاری: 5027]

لہٰذا مکتب میں بچوں کو پڑھانا کوئی معمولی خدمت نہیں بلکہ ایک عظیم دینی ذمہ داری اور صدقۂ جاریہ ہے۔

(۷) صرف ریڈنگ پر اکتفا کرنا بچوں سے نقل واملا نہ لکھوانا:

بعض اساتذہ وقت یا محنت سے بچنے کے لیے صرف بچوں سے سبق سن لیتے ہیں، لیکن لکھائی، کتابت اور مشق پر خاطر خواہ توجہ نہیں دیتے، حالانکہ اچھی تعلیم پڑھنے اور لکھنے دونوں سے مکمل ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ "جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی"۔[العلق: 4]

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت صاحب التفسیر الوسیط الشیخ محمد سید طنطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا۔ اسی قلم کی بدولت انسان اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتا ہے، علوم ومعارف کو محفوظ کرتا ہے، گزشتہ اقوام کے حالات سے واقف ہوتا ہے اور دور دراز رہنے والوں سے بھی رابطہ قائم کرتا ہے۔ (التفسیر الوسیط للطنطاوی رحمہ اللہ)

لکھنے کی مسلسل مشق بچوں کی یادداشت مضبوط کرتی ہے، ان کی لکھائی سنوارتی ہے اور سبق کو اچھی طرح سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

(۸) فوری نتائج کی خواہش:

بعض اساتذہ چند ہفتوں یا ایک دو مہینوں میں بچوں سے غیر معمولی نتائج چاہتے ہیں۔ جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ بچوں پر ناراض ہوتے ہیں یا ان سے دلچسپی کم کر دیتے ہیں، حالانکہ تعلیم وتربیت ایک تدریجی عمل ہے۔ ہر بچہ اپنی ذہنی صلاحیت اور سیکھنے کی رفتار کے مطابق آگے بڑھتا ہے، اس لیے جلد بازی کے بجائے صبر، حکمت اور مسلسل محنت کی

ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[البقرة: 286]

’’اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا‘‘۔

جب اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا تو ایک استاد کو بھی چاہیے کہ وہ بچوں سے ان کی صلاحیت کے مطابق کام لے، ان کی معمولی پیش رفت کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے اور صبر کے ساتھ انہیں آگے بڑھائے۔

(۹) بے جا سختی کو اصلاح کا واحد ذریعہ سمجھنا:

تادیب بلاشبہ تربیت کا ایک حصہ ہے، لیکن سختی، ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کو تعلیم کا مستقل طریقہ بنا لینا درست نہیں۔ اس سے بچے استاد سے متنفر ہو جاتے ہیں اور علم سے بھی دور ہونے لگتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ‘‘۔

’’نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے خوبصورت بنا دیتی ہے‘‘۔[صحيح مسلم: 2594]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا‘‘۔

’’آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو، خوش خبری دو اور نفرت نہ دلاؤ‘‘۔[صحيح البخاري:3038، صحيح مسلم: 1733]

(۱۰) بچوں کی عمر اور زمانے کے مطابق نصاب نہ ہونا:

تعلیم ہمیشہ تدریج کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اگر ابتدا ہی میں بچوں کی عمر اور ذہنی استعداد سے بڑھ کر مشکل کتابیں اور بھاری اصطلاحات پڑھائی جائیں تو وہ تعلیم سے اکتا جاتے ہیں اور ان کی دلچسپی ختم ہونے لگتی ہے۔ اس لیے نصاب ایسا ہونا چاہیے جو بچوں کی عمر، ذہنی صلاحیت اور تدریجی تربیت کے مطابق ہو۔

(۱۱) نصاب اور زبان کا زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہونا:

ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں، اس لیے نصاب، زبان اور تدریسی انداز میں بھی وقت کے مطابق مناسب تبدیلی

ضروری ہے۔ اگر زبان حد سے زیادہ مشکل، قدیم اور غیر مانوس ہو یا مثالیں بچوں کی روزمرہ زندگی سے تعلق نہ رکھتی ہوں تو سبق بوجھ بن جاتا ہے۔ اس لیے نصاب کی زبان سادہ، عام فہم اور دل نشین ہو، مثالیں بچوں کے ماحول سے لی جائیں اور تدریسی انداز ایسا اختیار کیا جائے کہ بچے آسانی سے سبق سمجھ سکیں اور پوری دلچسپی کے ساتھ سیکھتے رہیں۔

استاد مکتب کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جب وہ تدریس کو عبادت سمجھے، محبت اور حکمت کے ساتھ پڑھائے، بچوں کی ذہنی استعداد کا خیال رکھے اور مسلسل اپنی علمی و تدریسی صلاحیتوں کو بہتر بناتا رہے، تو مکتب یقیناً اپنے اصل مقصد میں کامیاب ہوگا۔

انتظامیہ سے متعلق چند اہم اسباب:

مکتب کی کامیابی صرف اچھے اساتذہ پر موقوف نہیں، بلکہ ایک دیانت دار، دوراندیش اور باصلاحیت انتظامیہ بھی اس کی بنیادی ضرورت ہے۔ اگر انتظامی امور کمزور ہوں تو اچھے اساتذہ بھی مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتے۔

(۱۲) صلاحیت کے بجائے اقرباء پروری اور چاپلوسی کی بنیاد پر نا اہل و بے ذوق اساتذہ کا تقرر کرنا:

اگر اساتذہ کا تقرر صلاحیت، اخلاص اور تجربے کے بجائے رشتہ داری، سفارش یا خوشامد کی بنیاد پر کیا جائے تو تعلیمی معیار خود بخود گر جاتا ہے۔ اس لیے ہر تقرری میں تقویٰ، قابلیت اور میرٹ کو مقدم رکھا جانا چاہیے۔

(۱۳) اساتذہ کی مناسب حوصلہ افزائی نہ کرنا:

کم تنخواہ اور بنیادی ضروریات کا خیال نہ رکھنے سے اساتذہ ذہنی یکسوئی کے ساتھ تدریسی خدمات انجام نہیں دے پاتے۔ ایک مطمئن استاد ہی بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت کر سکتا ہے۔

(۱۴) طلبہ کی تعداد زیادہ اور وسائل کم ہونا:

جب ایک استاد کے ذمہ ضرورت سے زیادہ بچے ہوں یا تعلیمی وسائل ناکافی ہوں تو ہر بچے پر انفرادی توجہ ممکن نہیں رہتی، جس سے تعلیم اور تربیت دونوں متأثر ہوتے ہیں۔

یقیناً اگر انتظامیہ تقرری، نگرانی اور تعلیمی منصوبہ بندی میں میرٹ، دیانت اور حسنِ انتظام کو پیشِ نظر رکھے، اساتذہ کی حوصلہ افزائی کرے اور ضروری وسائل مہیا کرے تو مکتب کی نصف مشکلات خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔ مضبوط انتظامیہ ہی مضبوط مکتب کی ضامن ہوتی ہے۔

بچوں کی نفسیات سے متعلق چند اہم اسباب:

بچے نرم مٹی کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ان کی عمر، ذہنی استعداد، دلچسپی اور نفسیات کو ملحوظ رکھنا

نہایت ضروری ہے۔ اگر ان کی فطرت کے خلاف تعلیم دی جائے تو وہ علم سے اکتا جاتے ہیں اور مکتب ان کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔

(۱۵) بچوں کو مسلسل ایک ہی حالت میں بیٹھے رہنے پر مجبور کرنا:

بعض اساتذہ بچوں کو طویل وقت تک ایک ہی جگہ بٹھا کر مسلسل پڑھاتے رہتے ہیں، حالانکہ بچے فطری طور پر چست، متحرک اور کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں۔ ان کی جسمانی حرکت ان کی فطری ضرورت ہے۔ جب اس ضرورت کو مسلسل روکا جاتا ہے تو ان کی توجہ بٹنے لگتی ہے، طبیعت اکتا جاتی ہے اور سبق میں دلچسپی کم ہونے لگتی ہے۔ اس لیے مناسب وقفہ، ہلکی پھلکی سرگرمی اور تدریس میں تنوع ان کی دلچسپی برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اس کا عملی تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ جب بچوں کو مسلسل چالیس یا پینتالیس منٹ تک ایک ہی انداز میں بٹھا کر پڑھایا جائے تو وہ بے چین ہونے لگتے ہیں، لیکن اگر درمیان میں صرف دو تین منٹ کے لیے سبق سے متعلق کوئی مختصر سرگرمی، سوال و جواب، کھڑے ہو کر سبق دہرانا یا نشست تبدیل کروا دی جائے تو ان کی توجہ دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور وہ پہلے سے زیادہ شوق کے ساتھ سبق میں شریک ہوتے ہیں۔ یہی بچوں کی نفسیات کا تقاضا ہے کہ ان کی فطری ضروریات کو ملحوظ رکھ کر تعلیم دی جائے۔

(۱۶) سبق میں دلچسپی پیدا نہ کرنا:

تعلیم صرف پڑھانے کا نام نہیں بلکہ بچوں کے دل میں سیکھنے کا شوق پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ مناسب موقع پر ہلکا پھلکا مزاح، سبق سے متعلق دلچسپ واقعات اور سبق آموز مثالیں بچوں کی توجہ بڑھاتی ہیں اور سبق دیر تک یاد رہتا ہے۔

(۱۷) بچوں کی حوصلہ افزائی سے غفلت برتنا:

بچوں کی نفسیات کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اچھی کوشش پر انہیں سراہا جائے، حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ افسوس کہ بعض اساتذہ کی توجہ صرف غلطیوں کی نشاندہی اور ڈانٹ ڈپٹ تک محدود رہتی ہے، جبکہ بچے کی معمولی کامیابی یا اچھی کارکردگی پر بھی اسے شاباشی نہیں دی جاتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے کا اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے، شوقِ تعلیم ماند پڑ جاتا ہے اور مکتب سے اس کی وابستگی متاثر ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ آپ ﷺ بچوں کی اچھی صفات کی قدر فرماتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور ان کے حق میں خیر کی دعائیں دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک

مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا تو آپ ﷺ نے ان کی اس معمولی خدمت کی قدر کرتے ہوئے دعا فرمائی:

’’اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ‘‘۔

’’اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی صحیح تفسیر و تاویل کا علم عطا فرما‘‘۔[صحیح البخاری، حدیث: 143]

یہ نبوی اسلوب بالخصوص والدین اور اساتذہ کے لیے بہترین نمونہ ہے کہ وہ بچوں کی اچھی کوشش کی قدر کریں، ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کے حق میں خیر کی دعائیں دیں۔ یہی طرزِ عمل ان کے اندر اعتماد، شوقِ تعلم اور حسنِ کردار کو پروان چڑھاتا ہے۔

(۱۸) تمام بچوں کو یکساں سبق دینا:

ہر بچہ اپنی ذہنی صلاحیت، یادداشت، سمجھنے اور سیکھنے کی رفتار کے اعتبار سے دوسرے بچے سے مختلف ہوتا ہے۔ کوئی جلدی سبق یاد کر لیتا ہے، کوئی بار بار دہرانے کے بعد سیکھتا ہے، اور کسی کو زیادہ رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے استاد کو چاہیے کہ سبق، سوالات، مشق اور تادیب میں ہر بچے کی استعداد کو سامنے رکھے۔ سب بچوں کو ایک ہی معیار پر پرکھنا یا ان سے ایک جیسی کارکردگی چاہنا درست نہیں۔ کامیاب معلم وہ ہے جو ہر بچے کی صلاحیت کو پہچان کر اسی کے مطابق اس کی رہنمائی کرے، تاکہ ہر طالب علم اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

اسی اصول کی طرف قرآنِ کریم بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

’’اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا‘‘۔[البقرة: 286]

جب اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کی وسعت اور طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا تو ایک معلم کو بھی چاہیے کہ وہ بچوں کی ذہنی استعداد اور سیکھنے کی صلاحیت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے ان کی طاقت کے مطابق مطالبہ کرے۔

(۱۹) استاد اور بچے کے درمیان اعتماد کا فقدان:

جب بچہ استاد کو اپنا خیرخواہ، ہمدرد اور رہنما سمجھتا ہے تو وہ استاد سے قریب رہتا ہے، بے جھجھک سوال کرتا ہے، اپنی غلطی بتاتا ہے اور کھل کر اپنے دل کی بات بھی کہہ دیتا ہے۔ لیکن اگر استاد اور طلبہ کے درمیان خوف اور فاصلے ہوں تو بچے نہ سوال کرنے کی ہمت کرتے ہیں، نہ اپنی الجھن بیان کر پاتے ہیں، جس سے ان کی تعلیم اور شخصیت دونوں متاثر

ہوتی ہیں۔

مثال: بعض اساتذہ کی کلاس میں غیر ضروری رعب اور سختی کی وجہ سے استاد اور طلبہ کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بچے سبق سمجھ نہ آنے کے باوجود خاموش رہتے ہیں۔ نہ سوال کرتے ہیں، نہ اپنی مشکل بتاتے ہیں، اور نہ ہی کھل کر بات کر پاتے ہیں۔ اس کے برعکس جس استاد کے ساتھ اعتماد اور محبت کا تعلق ہو، وہاں بچے بلا جھجھک سوال کرتے ہیں، اپنی کمزوریاں بتاتے ہیں اور خوشی سے سیکھتے ہیں۔

(۲۰) بچوں کے درمیان عدل وانصاف نہ کرنا:

استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام بچوں کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرے۔ کسی بچے کو بلاوجہ زیادہ اہمیت دینا یا کسی کے ساتھ بے جا سختی کرنا دوسرے بچوں کے دلوں میں احساسِ محرومی، حسد اور نفرت پیدا کر دیتا ہے، جس سے تعلیمی ماحول بھی متاثر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”فاتَّقوا اللهَ واعدِلوا بينَ أولادِكُم“۔ ”پس اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو“۔ [صحيح البخاری: 2587، صحيح مسلم: 1623]

یہ حدیث گرچہ والدین کے بارے میں ہے، لیکن اس کا یہ عظیم اصول تعلیم وتربیت میں بھی پوری طرح رہنمائی کرتا ہے کہ بچوں کے ساتھ انصاف، اعتدال اور غیر جانب داری کا برتاؤ کیا جائے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ بچوں کی نفسیات کو سمجھے بغیر ان کی کامیاب تعلیم وتربیت ممکن نہیں۔ جب والدین، اساتذہ اور مکتب کی انتظامیہ سب مل کر بچوں کی عمر، صلاحیت، مزاج اور فطری ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے محبت، حکمت، عدل اور حسنِ اخلاق کے ساتھ ان کی تربیت کریں گے تو مکتب بچوں کے لیے علم، ایمان اور کردار سازی کا بہترین مرکز بن جائے گا۔ اس کے نتیجے میں بچے شوق سے سیکھیں گے، مکتب سے محبت کریں گے اور دینی تعلیم ان کے علم، عمل اور کردار کا مستقل حصہ بن کر انہیں ایک باعمل، بااخلاق اور معاشرے کے لیے مفید مسلمان بنانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ والدین، اساتذہ اور منتظمین کو اپنی ذمہ داریاں اخلاص، حکمت اور حسنِ تدبیر کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے مکاتب اسلامیہ کو علمِ نافع، عملِ صالح اور بہترین اخلاق کے مراکز بنائے، بچوں کو دین کا صحیح فہم، اس پر عمل کی توفیق اور امت کا صالح سرمایہ بنائے، اور اس معمولی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے امتِ مسلمہ کے لیے نافع اور ذریعۂ اصلاح بنائے۔ آمین یارب العالمین

✶✶✶

کتاب التوحید سے متعلق ایک واقعہ

ترجمہ:ابویوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

نجد کے ایک تاجر عبدالرحمٰن البکری تجارت کی غرض سے ہندوستان کا سفر کرتے ہیں، تقریباً نصف سال تک ہندوستان میں ان کا قیام رہتا ہے۔شیخ عبدالرحمٰن البکری کہتے ہیں کہ جس جگہ میں ٹھہرا تھا وہاں بغل میں ایک مسجد تھی اور اس مسجد میں ایک شیخ درس دیتے تھے، جب وہ اپنے درس سے فارغ ہوتے تو شیخ اور تلامذہ ایک ساتھ مل کر ''شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب'' پر لعنت بھیجتے تھے۔

عبدالرحمٰن البکری کہتے ہیں کہ شیخ جب مسجد سے نکلتے تو ان کا گزر میرے پاس سے ہوتا اور وہ مجھ سے گویا ہوتے کہ مجھے عربی اچھے سے آتی ہے لیکن میں عربی اہل زبان سے سننا چاہتا ہوں، پھر وہ میرے پاس بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پیتے۔

عبدالرحمٰن البکری کہتے ہیں کہ ''شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب'' کے ساتھ ان کے اس سلوک کے سبب میں مغموم و بے چین تھا۔چنانچہ میں نے ایک حیلہ کے ذریعہ انہیں بلایا اور ''کتاب التوحید'' کا غلاف پھاڑ کر ان کے آنے سے پہلے اپنے گھر کی الماری میں رکھ دیا۔پھر جب وہ حاضر ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے ذرا اجازت دیں میں آپ کے لیے تربوز لے کر آتا ہوں۔جب میں تربوز لے کر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ''کتاب التوحید'' کا مطالعہ کر رہے ہیں اور سر دھن رہے ہیں۔اس کے بعد وہ سوالیہ انداز میں مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی کتاب ہے؟ اس کتاب کے تراجم تو صحیح بخاری میں موجود کتاب التوحید کے تراجم کے مشابہ ہیں۔عبدالرحمٰن البکری جواباً کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم ہے۔پھر عرض کرتے ہیں کہ کیوں نہ ہم شیخ غزوی کے پاس چلیں جن کے پاس لائبریری ہے اور انہوں نے جامع البیان پر رد بھی لکھا ہے۔چنانچہ ہم غزوی کے پاس گئے اور ہمارے پاس جو اوراق تھے اسے ہم نے انہیں دکھایا اور ان سے کہا کہ یہ شیخ اس کتاب کے مؤلف کو جاننا چاہتے ہیں؟ عبدالرحمٰن البکری کہتے ہیں کہ غزوی میری مراد خوب سمجھ رہے تھے چنانچہ غزوی ''کتاب التوحید'' منگواتے ہیں اور دونوں کو ملانے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ تو ''شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ'' کی کتاب ''کتاب التوحید'' ہے۔یہ سنتے ہی وہ شیخ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''کافر''۔ان کے کہنے کا مطلب تھا کہ اتنی عمدہ کتاب اس کافر شخص نے لکھی ہے۔

عبدالرحمٰن البکری بیان کرتے ہیں کہ ہم ان کے اس رویہ پر خاموش رہے اور وہ بھی تھوڑی دیر بعد غصہ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں۔پھر کہتے ہیں ''اگر واقعتاً یہ کتاب انہی کی لکھی ہوئی ہے تو میں نے ان پر ظلم کیا ہے۔پھر اس دن کے بعد سے وہ اور ان کے تلامذہ ایک ساتھ روزانہ درس سے فراغت کے بعد شیخ الاسلام کے لیے دعا کا اہتمام کرتے تھے۔(فتاوى ورسائل سماحة الشيخ محمد بن إبراهيم بن عبد اللطيف آل الشيخ/ج 1/ص 75-76)

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ”اہل السنہ“ ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اھلُ السُنَّۃ
Ahl Us Sunnah

اگست ۲۰۲۶ء | August 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

خاتونِ اسلام کی صفات	تسنیم وفا رضوان احمد سلفی	40
موسمِ گرما: رحمت یا زحمت؟	اصفیاء امۃ اللہ بنت عزیز القمر	45
گناہوں کی راہوں میں بھٹکا ہوا انسان	الفیہ ارشد اعظمی	48

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

خاتونِ اسلام کی صفات

تسنیم وفا رضوان احمد سلفی

عورت اعلیٰ شرافتوں کا مجسمہ ہے، اگر عورت نہ ہوتی تو اس عالمِ رنگ و بو کی تصویر بے رنگ اور بے نور نظر آتی، یہاں انسانیت ہوتی نہ شرافت، ادب ہوتا نہ تہذیب، یقیناً سورج نکلتا، چاند جھانکتا، پھول مہکتے اور آبشاروں کے نغمے بھی سنائی دیتے، مگر ان سب میں وہ دلکشی نہ ہوتی جو عورت کی موجودگی سے ہے، اللہ تعالیٰ نے عورت کو پیدا کر کے بزمِ زندگی کو حسن وزیبائی عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو بلند مقام عطا فرمایا، لیکن جاہل انسانوں نے اسے لہو ولعب کا ذریعہ بنا دیا، اسلام سے پہلے بعض معاشروں میں عورت نہایت کٹھن حالات کا شکار رہی، کہیں اس کی پیدائش باعثِ عار سمجھی جاتی، کہیں اسے زندہ درگور کر دیا جاتا، اور کہیں اسے ذلت وتوہین کے ساتھ زندہ رکھا جاتا تھا، لیکن جب اسلام آیا تو اس نے ان تمام مظالم کا خاتمہ کیا اور عورت کو اس کا حقیقی مقام عطا کیا، بلکہ نیک عورت کو دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ“۔

”دنیا متاع (کچھ وقت تک کے لیے فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے“۔

[صحیح مسلم : 3649]

مسلمان عورت کے لیے حاصل شدہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اسلام ہے، چنانچہ ایک مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی گئی اس نعمت پر شکر گزار رہو، اور اپنے آپ کو ان اخلاق وصفات سے مزین کرے، جس سے اللہ راضی ہو۔

لہٰذا آئیں ہم خاتون اسلام کی بعض صفات بھی جان لیتے ہیں:

(۱) پہلی صفت:

یہ کہ وہ اللہ سے ڈرنے والی ہوتی ہے، وہ اپنے دل میں اسی قدر اللہ کا خوف رکھتی ہے جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق

ہے،اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ﴾[آل عمران: 102]

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے‘‘۔

اللہ کا ڈر ان مومن عورتوں کی صفت ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونے لگتی ہیں۔

(۲) دوسری صفت:

یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزار ہوتی ہے، وہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہے، اطاعت گزار عورت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر فیصلے کو قولِ فیصل اور حرفِ آخر سمجھتی ہے، اور اس کی خلاف ورزی کی ذرہ بھر بھی جرأت نہیں کرتی، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾[سورة النور: 52]

’’جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، اور اللہ کا خوف رکھیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں‘‘۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾[سورة الأحزاب: 36]

’’اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑ جائے گا‘‘۔

(۳) تیسری صفت:

یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والی ہوتی ہے۔

وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوتی ہے کہ اللہ کی محبت اصل عبادت، توحید کا مرکز اور اسلام کی روح ہے، اور

ایمان کی مٹھاس حاصل کرنے کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ المَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ"

"تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے"۔[صحیح بخاری، ح:16]

اور دوسری اصل یہ ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اپنے جان، مال، اولاد اور والدین کی محبت پر مقدم رکھتی ہے، وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہمیشہ پیشِ نظر رکھتی ہے:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"۔

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔[صحیح بخاری، ح: 15]

(۴) چوتھی صفت:

خاتونِ اسلام شعائر اللہ کی تعظیم کرنے والی ہوتی ہے، وہ اسلام کے تمام ارکان و واجبات کو بحسن وخوبی انجام دیتی ہے، اس معاملے میں وہ کسی قسم کا تساہل نہیں برتتی، وہ شعائرِ الٰہی کی حدود میں رہ کر ان کی تعظیم کرتی ہے، اور یہی تعظیم اس کے تقویٰ اور صحتِ ایمان کی علامت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾[الحج:32]

"اور جو اللہ کی نشانیوں کی عزت و تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے"۔

﴿ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾[الحج:30]

"اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے"۔

(۵)پانچویں صفت:

ایک مسلمان خاتون کی سب سے نمایاں پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہتی ہے۔ نعمت ملتی ہے تو اس کی زبان شکوہ کے بجائے شکر سے تر رہتی ہے، اور جب آزمائش آتی ہے تو وہ گھبراہٹ کے بجائے صبر کا دامن تھام لیتی ہے، وہ جانتی ہے کہ خوشی ہو یا تکلیف، دونوں اللہ کی طرف سے ہیں، اور دونوں ہی بندے کو اس کے رب کے قریب کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾[سورة التغابن:11]

''کوئی مصیبت اللہ کے بغیر نہیں پہنچ سکتی''۔

یعنی جو کچھ پیش آتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہی آتا ہے، اور یہی یقین مومنہ عورت کو راضی برضا بنا دیتا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ"۔

صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے، اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں، اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے، اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے''۔[صحیح مسلم ح: 2999]

اسی یقین اور رضا کے ساتھ جینے والی خاتون نہ نعمت پر اتراتی ہے اور نہ مصیبت میں ٹوٹتی ہے، بلکہ شکر میں عاجزی اور صبر میں وقار اختیار کرتی ہے، اور یہی طرزِ عمل اس کے ایمان کی پختگی اور اللہ پر کامل بھروسے کی روشن دلیل ہے۔

(۶) چھٹی صفت:

اپنی آخرت کی ہر وقت فکر مند رہتی ہے۔

اسلامی عورت کی ایک نہایت نمایاں اور روشن صفت یہ ہے کہ وہ اپنی آخرت کے بارے میں ہر وقت فکر مند رہتی ہے، وہ اللہ کے اس فرمان کو اپنے دل میں بسا لیتی ہے:

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ﴾ [الحديد: 20]

''جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں''۔

اسی یقین کے باعث اس کی نگاہ ہمیشہ ابدی زندگی پر جمی رہتی ہے، اور وہ ہر لمحہ اپنے رب کو راضی کرنے کی فکر میں لگی رہتی ہے۔

مختصراً یہ کہ خاتونِ اسلام کثرت سے توبہ واستغفار کرنے والی ہوتی ہے، وہ احسان کو اپنی زندگی کا اصول بناتی ہے، شوہر کی فرمانبرداری کو وقار سمجھتی ہے اور والدین کی اطاعت کو اپنی نجات کا ذریعہ جانتی ہے، اسلام نے اس کے لیے جو احکام مقرر کیے ہیں، وہ انہیں مجبوری نہیں بلکہ شرف وعزت سمجھ کر اپناتی ہے۔ ہر حکم میں وہ اپنے رب کی رضا تلاش کرتی ہے اور اپنے کردار سے گھر اور معاشرے دونوں کو سنوارتی ہے، یہی ہے خاتونِ اسلام، جو خاموشی سے نسلیں سنوارتی ہے اور اقدار کو زندہ رکھتی ہے۔

خاتونِ اسلام کی یہ چند صفات تھیں جو کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کی گئیں، اگر یہ صفات ہمارے اور ہماری ماؤں اور بہنوں کے اندر موجود ہیں تو یہ بہت خوشی کی بات ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ان کو مزید اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اور جو ان سے دور ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے دامن کو ان صفات کی موتیوں سے بھر لیں، تاکہ ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے۔

ایسی چیزوں میں انتظار کرنا مناسب نہیں، ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی کا ورق پلٹ جائے اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں، لہٰذا ہمیں فرصت کے ہر لمحے کو غنیمت جانتے ہوئے اسلام کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہیے، اور اپنی آخرت کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ ہم سب کو توفیق دے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ آمین یارب العالمین

موسمِ گرما: رحمت یا زحمت؟

اصفیاء امۃ اللہ بنت عزیز القمر

اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق میں حکمت پوشیدہ ہے، کوئی موسم، کوئی لمحہ، کوئی کیفیت حکمت سے خالی نہیں، موسمِ گرما کو دیکھ کر بعض لوگ شکوہ کرتے ہیں، اور بعض شکر، سوال یہ ہے کہ گرمی درحقیقت رحمت ہے یا زحمت؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بظاہر زحمت نظر آنے والا موسم اپنے اندر بے شمار رحمتوں کا خزینہ لیے ہوئے ہے، قرآن کا اصول ہے:

﴿وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرہ:216]

’’ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو‘‘۔

معزز قارئین! جب گرمی زحمت معلوم ہوتی ہے:

اس میں شک نہیں کہ گرمی کی شدت آزمائش ہے، اس موسم میں لُو کے تھپیڑے، پسینے سے شرابور جسم، کسان کی مشقت، پانی کی قلت اور پیاس کی شدت ہوتی ہے، ندیوں اور تالابوں میں پانی کی کمی ہوجاتی ہے، اسی طرح مزدور، کسان اور ریڑھی والا تپتی دھوپ میں روزی کماتے ہیں۔

پانی کی قلت: شدید گرمی کے باعث ندی، نالے اور زیرِ زمین پانی کی سطح نیچے چلی جاتی ہے، جس سے پینے کے پانی کا بحران پیدا ہوجاتا ہے۔

عبادات میں آزمائش: گرمی میں روزے لمبے اور پیاس کی شدت ہوتی ہے، نمازِ ظہر وعصر کے لیے مسجد تک جانا بھی امتحان بن جاتا ہے، اسی لیے انسان بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ گرمی زحمت ہے، مگر مومن کی نظر ظاہر پر نہیں رکتی، وہ باطن میں جھانکتا ہے۔

جب گرمی رحمت بن جاتی ہے:

معاشی سرگرمیاں: زراعت سے وابستہ لاکھوں کسانوں کی روزی روٹی کا دارومدار اسی موسم پر ہے، گرمی نہ ہوتو فصلیں تیار نہیں ہوسکتیں۔

اگر ذرا غور کریں تو موسمِ گرما ہماری زندگی کے لیے ناگزیر ہے، یہی گرمی ہے جو سمندر کے پانی کو بخارات بنا کر بادلوں کی صورت دیتی ہے اور پھر یہی بادل برسات کا سبب بنتے ہیں، اگر گرمی نہ ہوتو بارش کا نظام ہی رک جائے اور خشک سالی آجائے۔

قرآن اس سلسلے کو یوں جوڑتا ہے:﴿وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَى بَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذَلِكَ النُّشُورُ﴾[سورة فاطر:9]''اور اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا (بھی) ہے''۔

اگر یہ آفتاب کی شدت نہ ہو تو سمندر کا آب بخارات کا پیرہن پہن کر بادل کیسے بنے؟ اور اگر بادل نہ بنیں تو ''ماءً ثجاجاً'' کہاں سے نازل ہو؟ ربِ کریم کا ارشاد ہے:﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ﴾ [سورة النور: 43]''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے پھر اسے باہم ملاتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے تو تم بارش کو اس کے درمیان سے نکلتے دیکھتے ہو''۔

محترم قارئین! اگر گرمی نہ ہو تو آم کا رس، خربوزے کی مٹھاس، تربوز کی لالی اور انگور کی شیرینی کہاں سے آئے؟ اللہ نے سورج کی تپش سے پھلوں میں مٹھاس بھری ہے، کسان کی محنت اسی دھوپ میں رنگ لاتی ہے، گندم کی فصل اسی گرمی میں پکتی ہے۔

جہنم کی یاد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم کی آگ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا: اے میرے رب! میرے بعض حصوں نے بعض کو کھا لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانسیں لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، پس یہی وہ سخت ترین گرمی ہے جو تم محسوس کرتے ہو، اور یہی وہ سخت ترین سردی (زمہریر) ہے جو تم محسوس کرتے ہو''۔[بخاری:3260]

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا:''إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ''۔''جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو''۔[صحيح بخاری: 536]

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ گرمی کی شدت تکلیف دہ ہے خاص طور پر مزدور، کسان اور مسافر کے لیے۔

گرمی جہنم کی بھاپ ہے، یہ ہمیں گناہوں سے توبہ کی طرف بلاتی ہے۔

گرمی میں روزہ، نماز یہ سب صبر ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[الزمر:10]

''بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار (اور بے حساب) دیا جائے گا''۔

قارئین کرام! جب ٹھنڈے پانی کا گھونٹ حلق سے اترتا ہے، پنکھے کی ٹھنڈی ہوا جسم سے ٹکراتی ہے، تو دل سے

’’الحمدللہ‘‘ نکلتا ہے، گرمی نہ ہو تو ٹھنڈک کی قدر کون کرے؟

گرمی ہی کے موسم میں پیاسے کو پانی پلانے، سایہ فراہم کرنے، جانوروں اور پرندوں کے لیے پانی کا انتظام کرنے، مساجد و مدارس میں کولر نصب کروانے اور غریب کی مدد کرنے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔

پانی پلانے کے اجر کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’پانی پلانا‘‘۔[سنن ابن ماجه:3684، حسن]

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوا کہ سب سے افضل صدقہ پانی پلانا ہے، اور اس کا موقع گرمی میں ہی زیادہ ملتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ پیاسوں کو پانی پلانا، تشنہ لبوں کی سیرابی کا سامان کرنا اور انسانوں کے لیے پانی کی ضروریات کی تکمیل یہ نہایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی کا باعث ہے، نہ صرف انسانوں کو پانی پلانا، بلکہ پیاسے جانوروں کے لیے پانی کا نظم کرنا بھی ثواب اور اجرِ آخرت کا باعث ہے۔

اب فیصلہ کریں کہ گرمی رحمت ہے یا زحمت؟

حقیقت یہ ہے کہ موسمِ گرما نہ خالص رحمت ہے نہ خالص زحمت، بلکہ ’’آزمائش میں لپٹی ہوئی رحمت‘‘ ہے، جو شخص شکوہ کرے، اس کے لیے زحمت ہے، جو شخص غور کرے، صبر کرے، شکر کرے، اس کے لیے سراپا رحمت ہے۔

گرمی کے موسم کو برا بھلا کہنا یا اس کی شکایت کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر موسم اللہ کی حکمت اور رحمت کی نشانی ہے۔

موسم گرما ہمیں صرف پیاس، گرمی اور پسینے کی شدت کا احساس نہیں دلاتا، بلکہ یہ ہمارے لیے ایک روحانی بیداری کا پیغام بھی ہے، دنیا کی گرمی ہمیں آخرت کی آگ سے ڈرنے، نیک اعمال کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

گرمی کا موسم ہمیں جہنم کی یاد دلاتا ہے تاکہ ہم جنت کے طلب گار بن جائیں، گرمی صبر سکھاتی ہے تاکہ ہمارا اجر بے حساب ہو اور یہ موسم ہمیں شکر سکھاتا ہے تاکہ ہم نعمتوں کے قدردان بن جائیں۔

لہٰذا جب سورج شعلہ بار ہو تو زبان سے شکوہ نہیں، شکر نکالئے، جب پیاس کی شدت ہو پانی پی کر الحمدللہ کہیے اور دوسرے پیاسے کو یاد رکھیے اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگیے۔ اللهم اجرنی من النار.

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر موسم میں اپنی رضا پر راضی رہنے والا بنائے اور دنیا کی گرمی کو آخرت کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنا دے۔آمین یارب العالمین

گناہوں کی راہوں میں بھٹکا ہوا انسان

الفیہ ارشد اعظمی

گناہ کا لغوی معنیٰ:

خلافِ شریعت کام، خطا، برائی۔

انسان جب نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں میں الجھ جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے دل میں غفلت کی تہہ چڑھ جاتی ہے اور جب انسان گناہوں کی راہوں میں ملوث ہوجاتا ہے تو وہ حق و باطل میں فرق کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ [سورة الأنفال :29]

''اگر تم اللہ سے ڈروگے تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت دے گا''۔

شیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''فرقان'' میں علمِ نافع، صحیح فہم، نورِ ایمان اور ایسے فیصلوں کی توفیق شامل ہے جن سے بندہ ہر معاملے میں حق کو پہچان لیتا ہے''۔[مذکورہ آیت کی تفسیر]

اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا نُكِتَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ''۔[سنن ابن ماجة: كتاب الزهد صحيح او حسن:4244]

''جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے''۔

اس حدیث کے فوائد:

۱۔ گناہ ہوجائے تو جلد سے جلد توبہ کرنی چاہیے۔

۲۔ گناہوں کی وجہ سے دل کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ نیکی سے محبت اور گناہ سے نفرت ختم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔

۳۔ گناہ کا سب سے پہلا اثر دل پر پڑتا ہے کہ اس کے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔

گناہوں کی سزائیں اور اس کے اثرات:

۱۔ علم سے محرومی ۲۔ رزق میں تنگی ۳۔ مشکلات کا چلے آنا ۴۔ اطاعت الٰہی سے محرومی

(۱) علم سے محرومی:

گناہوں کے اثرات بہت ہیں جن میں سے ایک یہ کہ علم سے انسان محروم ہوجاتا ہے کیونکہ علم ایک نور ہے یہ سیاہ قلب میں داخل نہیں ہوگا، گناہوں سے بھرے دل کوعلم پر عمل کرنے کی حلاوت بھی نہیں ملتی، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ [سورة البقرة: 282]

''اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں علم عطا کرے گا''۔

گویا کہ تقویٰ کی بنیاد پر انسان کواس کا رب علم عطا کرتا ہے اور انسان پھراسی علم کی روشنی میں اپنی زندگی آسان بنا لیتا ہے۔

(۲)رزق میں تنگی:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ العَبدَ لَيُحرَمُ الرِّزقَ بِالذَّنبِ يُصيبُه''۔[سنن ابن ماجة :4022،حسن]

''بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے رزق میں کمی کردی جاتی ہے''۔

رزق میں تنگی صرف مال کا کم ہونا نہیں بلکہ اس مال سے برکت کا ختم ہوجانا ہے، آج مسلمانوں کی اکثریت اسی رزق کے پیچھے پڑی ہے، وہ رزق کو حاصل کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اگر حرام راہ اختیار کرنی پڑے تو وہ بھی کرنے پر تیار ہوجاتا ہے، حالانکہ رازق صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں جو رزق عطا کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [سورة الطلاق : 3]

''اوراسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اُسے گمان نہیں ہوتا''۔

آج مسلمانوں کواحساس نہیں کہ ان کے رزق میں کمی کی سب سے بڑی وجہ گناہوں کی کثرت کا ہونا ہے، اس لیے ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ گناہ سے دور رہیں۔

(۳)مشکلات کا چلے آنا:

﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾ [سورة الشورى :30]

ترجمہ:''اور تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کیے (اعمال) کی وجہ سے ہے، اور وہ بہت کچھ معاف بھی کردیتا ہے''۔

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾[سورة الروم :41]

''خشکی اور تری میں لوگوں کے برے اعمال کے باعث فساد پھیل گیا''۔

اس بارے میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ: اگر اللہ تمہارے اعمال پر تمہیں فوراً پکڑ لے تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے لیکن اللہ اپنے فضل وکرم سے ویعفو عن کثیر یعنی بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے سزا نہیں دیتا، اور مزید فرمایا: اللہ بندوں پر ان کے گناہوں کے سبب کچھ آزمائشیں اور مصیبتیں نازل فرماتا ہے تاکہ وہ توبہ کریں رجوع کریں اور گناہوں سے باز آجائیں''۔(جلد چہارم،ص602)

(۴)اطاعت الٰہی سے محرومی:

گناہوں کے اثرات میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت فرمانبرداری سے محروم ہو جاتا ہے، یعنی وہ اللہ کے احکام کو بجالانے میں کمزور پڑ جاتا ہے اللہ اس سے اطاعت کی توفیق چھین لیتا ہے، جب انسان گناہوں میں دن رات ملوث رہے تو عبادت میں سستی، کاہلی اور ذکر واذکار سے بیزاری ہونے لگتی ہے، دل عبادت کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ سخت بن جاتا ہے، اور عبادت میں لذت نہیں ملتی اسی طرح اس کے دل میں نفاق بھی پیدا ہو جاتا ہے، اور جب معاصی اور گناہ اسے بیمار کر دیتے ہیں تو قلب کمزور ہو جاتا ہے، اور اس کی قوتِ اقدام اور طاقت سے بھی کمزور ہو جاتی ہے، اگر اللہ نہ کرے قلب کی یہ قوت وطاقت بالکلیہ ختم ہوگئی تو سمجھ لو وہ اللہ سے بالکل ہی منقطع ہو جاتا ہے اور اس کا تدارک ناممکن ہو جاتا ہے۔(دوائے شافعی، امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ،ص:179)

آج مسلمانوں کی اکثریت گناہ کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتی حالانکہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے وہ انسان کے قلب کو دھیرے دھیرے مردہ بنا دیتے ہیں، صبح شام ہم گناہ میں پڑے ہوتے ہیں ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، گناہوں سے بچنے کا سب سے بہترین سبب یہ ہے کہ ہم دن اور رات اللہ کا ذکر کریں اور اپنے ذہن میں رکھیں کہ اللہ ہر حال میں دیکھ رہا ہے، ہم سے سرزد ہوئے حرام کا حساب لے گا، چاہے وہ چھوٹا عمل ہو یا بڑا، ہر ایک کا حساب لے گا، لیکن انسان ایسا بھٹکا ہوا ہے، ایسا گناہ ہمیں ڈوبا ہوا ہے کہ اسے کسی چیز کا احساس نہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو گناہوں سے بچنے اور اس کے قریب بھی جانے سے ہماری حفاظت فرمائے، اور زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین یارب العالمین

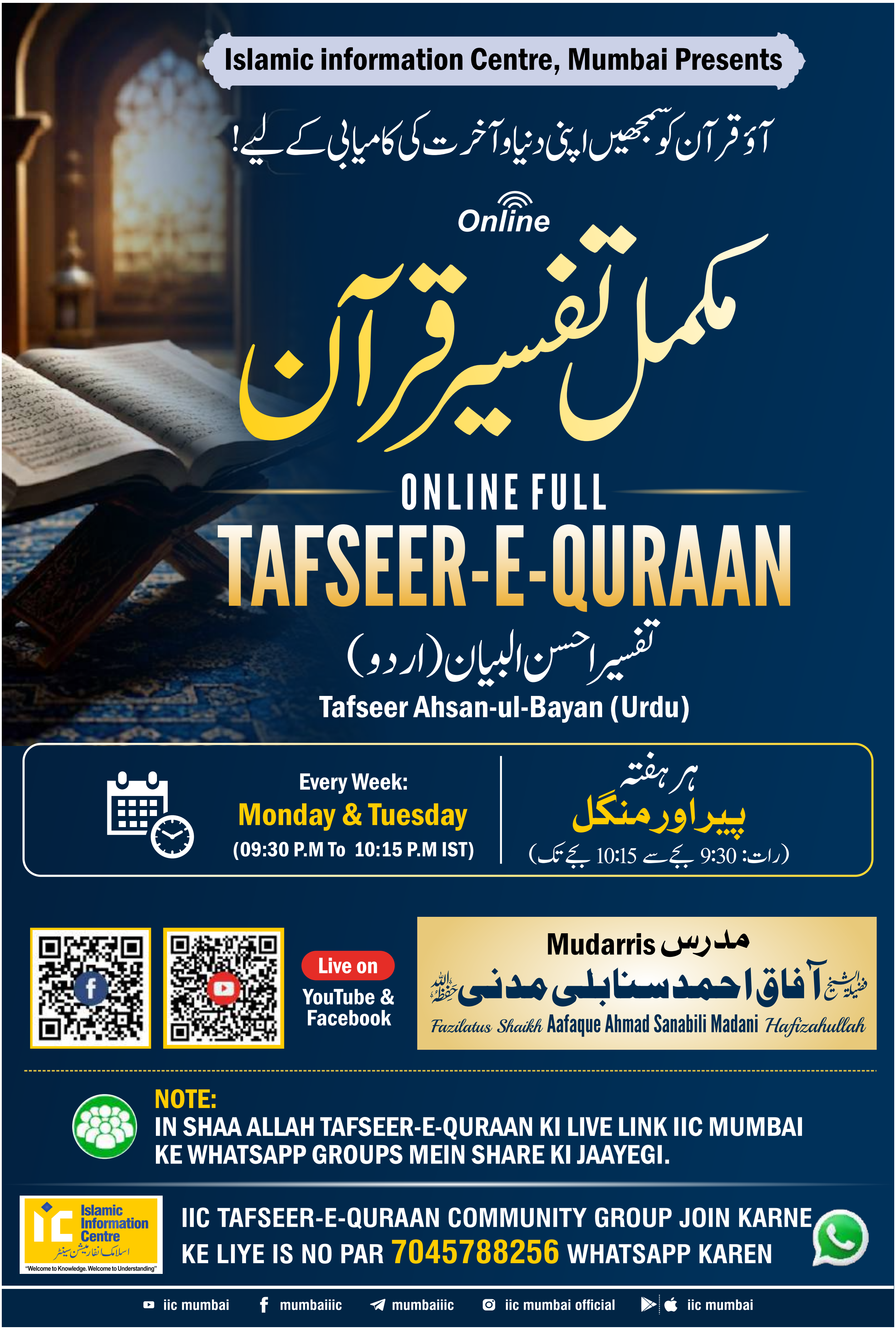

Islamic information Centre, Mumbai Presents
آؤ قرآن کو سمجھیں اپنی دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے!
Online
مکمل تفسیر قرآن
ONLINE FULL
TAFSEER-E-QURAAN
تفسیر احسن البیان (اردو)
Tafseer Ahsan-ul-Bayan (Urdu)
Every Week:
Monday & Tuesday
(09:30 P.M To 10:15 P.M IST)
ہر ہفتہ
پیر اور منگل
(رات: 9:30 بجے سے 10:15 بجے تک)
Live on
YouTube & Facebook
Mudarris مدرس
فضیلۃ الشیخ آفاق احمد سنابلی مدنی حفظہ اللہ
Fazilatus Shaikh Aafaque Ahmad Sanabili Madani Hafizahullah
NOTE:
IN SHAA ALLAH TAFSEER-E-QURAAN KI LIVE LINK IIC MUMBAI KE WHATSAPP GROUPS MEIN SHARE KI JAAYEGI.
Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"
IIC TAFSEER-E-QURAAN COMMUNITY GROUP JOIN KARNE KE LIYE IS NO PAR 7045788256 WHATSAPP KAREN
iic mumbai
mumbaiiic
mumbaiiic
iic mumbai official
iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Islamic Information Centre Mumbai Ke Zer-e-Ehtemaam

صحیح الأدب المفرد کی شرح

SAHIIH-UL-ADABIL MUFRAD KI SHARH

Mudarris : مدرس

فضیلۃ الشیخ عبد الشکور سنابلی مدنی حفظہ اللہ

Shaikh Abdus Shakoor Sanabili Madani حفظہ اللہ

Every Saturday

Time:02:30 P.M To 03:30 P.M IST

Live On : & zoom app

(In Shaa Allah Live Stream Ki Link IIC Mumbai Ke WhatsApp Groups Mein Share Ki Jaayegi.)

IIC Mumbai WhatsApp Groups Join Karne Ke Liye
WhatsApp Karen : 7045788256

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by : ILM Foundation

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182